ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ
۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء
خصوصی اشاعت
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور
۲۵ پیسے

درسِ حدیث شریف

اسلام اور آدابِ معاشرت و معاملات

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
(مرتبہ: محمود احمد عارف)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن قیل من یا رسول اللہ، قال الذی لا یامن جارہ بوائقہ (بخاری ومسلم)

ارشاد ہوا۔ اللہ کی قسم مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم مومن نہ ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے سچے رسولؐ! کون؟ فرمایا وہ آدمی جس کا پڑوسی اس کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ نہ ہو۔

یعنی اپنے پڑوس کو تنگ کرنے والا، اسے اذیت دینے والا، اس کے ساتھ بلاوجہ جھگڑا کرنے والا کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ پڑوس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا، اُسے امن دینا، اس کے مال و عزت کی حفاظت کرنا، اُسے تنگ و پریشان نہ کرنا، اس پر زیادتی اور ظلم نہ کرنا، اس کی غلطیوں سے درگذر کرنا ہی کامل الایمان ہونے کی واجبی علامت ہے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے۔ مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (مشکوٰۃ) فرمایا کہ مجھے جبریلؑ پڑوسیوں کے متعلق تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں یہ سمجھا کہ شاید وہ پڑوس کو وراثت کا بھی حق دلوائیں گے۔ یعنی مجھے اس کے بار بار تاکید کرنے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ آئندہ وراثت میں پڑوس کا بھی حصہ ہوا کرے گا۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا ذکر ہوا کہ وہ بہت نماز پڑھتی ہے۔ (اس سے مراد نفل نماز ہے۔ فرض تو سبھی پڑھتے تھے) بہت روزے رکھتی ہے (یہاں بھی نفل روزے مراد ہیں) صدقہ بھی بہت زیادہ دیتی ہے مگر بدزبان ہے۔ پڑوسیوں کو اس سے بڑی شکایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ جہنم میں جائے گی"۔ باوجود کثرت سے نماز پڑھنے کے روزہ رکھنے کے صدقہ دینے کے وہ جہنم کی مستحق صرف اس لئے قرار پائی کہ پڑوسی اس سے تنگ تھے

اس طرح ایک اور عورت کا ذکر ہوا کہ وہ نہ تو زیادہ (نفل) نمازیں پڑھتی ہے نہ ہی زیادہ (نفل) روزے رکھتی ہے اور نہ ہی زکوٰۃ کے علاوہ زیادہ صدقہ دیتی ہے مگر اس سے اس کے پڑوسی بہت خوش ہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ "جنت میں جائے گی"۔

اسلام چونکہ جامع اور ہمیشہ رہنے والا، ہر ملک اور ہر زبان والوں کو متاثر کرنے والا مذہب ہے۔ اس لئے اسمیں عبادات کے ساتھ ساتھ آدابِ معاشرت و معاملات بھی بالتفصیل موجود ہیں۔ آج مسلمان زیادہ سے زیادہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو ضروری خیال کرتا ہے معاملات کی طرف اس کی توجہ بالکل جاتی ہی نہیں۔ جو معاملات اسلام نے بتلائے ہیں آج مسلمان کو اس کی خبر تک نہیں۔ اسلام نے حسنِ معاشرت و حسنِ معاملات کے بارے میں جو ہدایات فرمائی ہیں ان کا سیکھنا بھی اسی طرح ضروری ہے جیسے مسائلِ عبادات کا سیکھنا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (سورۃ نساء پ۵ ع ۳)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو۔

آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے بعد فوراً والدین کا ذکر ہے گویا خداوندکریم نے والدین کا مقام اپنے بعد رکھا ہے اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ اگر والدین کافر بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک مت چھوڑو۔ اگر والدین ماریں تو مار سہہ لو۔ کچھ کہیں تو ادب سے جواب دو یا خاموش رہو۔ ان کے ساتھ کسی بھی معاملہ میں جھگڑا مت کرو۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم و مغفور کی والدہ ان پر خفا ہوتیں، انہیں مارتیں مگر وہ سب کچھ برداشت کر لیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم سے آشنا تھے۔ اسلام میں والدین کو چاہے وہ کافر کیوں نہ ہوں تکلیف پہنچانے کی گنجائش مطلق نہیں ہے۔ حدیث شریف میں یہ جملہ آتا ہے۔ وان ظلماک (یعنی اگرچہ وہ تم پر ظلم ہی کر رہے ہوں۔

والدین کے بعد بقیہ قرابت داروں، رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت دی گئی ہے۔ جو کسی کے ساتھ اکٹھے دفتر میں کام کرتے ہوں یا کارخانہ میں مزدوری، وہ بھی پڑوس میں داخل ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک لازمی ہے غرض سب کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے حتیٰ کہ ساتھ کام کرنے والوں اور مسافر کے ساتھ بھی۔

ایک حدیث شریف میں ہے۔ والذی نفسی بیدہ لا یؤمن عبد حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (بخاری ومسلم) یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اس وقت تک کوئی بندہ کامل الایمان نہیں ہو سکتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی چیز دوسروں کو دے دو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی تم میں سے کسی معاملہ میں مشورہ لینا چاہے تو اُسے ایسا مشورہ دو جو تم اپنے لئے پسند کرو۔ یعنی اگر ایسا ہی معاملہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہوتا تو جو تم کرتے ہو وہی اس کو بتلاؤ۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی مشورہ اس کو دو۔ اگر ایسا نہ کیا تو یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور ایمان کامل نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصیحتیں فرمائیں وہ سب آپ کی عادت طیبہ میں داخل تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق بخشے اور آخرت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۳۴

عرضِ حال

زیرِ نظر شمارہ اعلان کے مطابق صرف قرآن کریم سے متعلق مضامین پر مشتمل ہونا چاہیئے تھا لیکن بانیٔ خدام الدین قطب العالم حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز کا وصال بھی چونکہ اسی ماہ مبارک میں ہوا تھا اس لئے اُن کی یاد میں ۴ صفحات کا اضافہ کرنا پڑا اور اس طرح اب یہ خصوصی اشاعت ۲۸ صفحات پر مشتمل قارئین خدام الدین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے ان چند صفحات میں قرآن عزیز کے مختلف پہلوؤں اور حقائق و معارف کو بیان کرنے کی کوئی بھی صورت ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے اس شمارہ کو "قرآنِ عزیز نمبر" کا نام دینے کی بجائے محض خصوصی اشاعت کہنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تاہم جہاں تک ممکن ہو سکا ہم نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود اس اشاعتِ خصوصی کی ترتیب و تدوین میں خاص ادب و احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے اور اس امر کی زیادہ سے زیادہ سعی کی ہے کہ یہ اشاعت تا حدِ استطاعت مجموعۂ صفات و خصوصیات بن جائے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بعض ضروری اور مقدم عنوانات و افکار، صفحات کی تنگ دامانی اور ہماری ناگزیر مجبوریوں اور معذوریوں کے باعث شاملِ اشاعت نہیں ہو سکے اور اس کمی کو شدّت سے محسوس کیا جائے گا لیکن جو خدمت بھی اس سلسلے میں ہم سے بن پڑی ہے اگر وہی اُس بارگاہِ قدس میں شرفِ قبولیت حاصل کر لے جس کے کلام سے یہ سطور موسوم ہیں، تو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اُس کے سامنے ہیچ ہیں ——— ویسے بھی "خدام الدین" کا ہر شمارہ ہی قرآنی تعلیمات کا نقیب و ترجمان ہوتا ہے اور اس کے اجرا کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگ قرآن عزیز کے احکام و تعلیمات سے روشناس ہو کر دینِ خداوندی کا عملی نمونہ بن جائیں اس کا ہر شمارہ بحمد اللہ تعالےٰ مسلک اہلسنت والجماعت کی اشاعت، تفہیم القرآن اور دینی خدمات کے لئے وقف رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا ——— ادارہ کا مقصود محض حصولِ رضاءِ الٰہی اور تبلیغ دینِ مبین ہے۔ اس لئے نہ تو اسے کبھی صلہ کی خواہش ہوئی ہے اور نہ نکتہ چینی کی سماعت سے انکار رہا ہے اور نہ ہی حق گوئی کی پاداش میں اسے کسی قسم کی قربانی سے دریغ ہے۔ یہ مثبت اندازِ تبلیغ کا قائل ہے اور منفی طرزِ تبلیغ سے اسے کوئی لگاؤ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ بحمد اللہ تعالےٰ خدام الدین کی اشاعت پاکستان کے کسی بھی ہفت روزہ پرچہ سے کم نہیں بلکہ اکثر معروف ہفتہ وار رسائل کی اشاعت "خدام الدین" کے چوتھے حصّے کے برابر بھی نہیں۔ ہمارے محتاط اندازے کے مطابق کم از کم ڈیڑھ لاکھ افراد خدام الدین کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کا فضل اور قرآنِ عزیز کے اس عظیم خادم کی کرامت اور اس کے اخلاص و استقامت کا ثمرہ ہے جسے دنیا قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے جانتی ہے اور جن کی زندگی پر جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کا انٹرویو اسی اشاعت میں شامل ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل کر خدمتِ قرآن کرنے اور تعلیماتِ اسلامیہ کو چار دانگِ عالم میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ——— اس موقع پر ہم اپنے قارئین سے یہ اپیل کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ "خدام الدین" کی اشاعت میں بیش از بیش حصہ لیں اور ہر خریدار اپنے ساتھ کم از کم ایک اور خریدار فراہم کرے تاکہ چاروں طرف پھیلی ہوئی بے دینی و تجدد پسندی کی تاریکیوں کا قلع قمع ہو سکے اور ہر طرف قرآن و سنت کے نور کا اجالا ہو جائے۔ ہمارے خیال میں قارئین کی "خدام الدین" کی اشاعت میں اضافے کے لئے تگ و دو خود خدمتِ قرآن کے مصداق ہے۔

آیئے! ہم سب مل کر عہد کریں کہ اپنی بقیہ زندگی خدمتِ قرآن اور اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے وقف رکھیں گے۔ اور دینِ حق کی آواز دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا کر دم لیں گے۔

نمازِ عید الفطر

۹ بجے صبح بیرون کشمیری دروازہ اور مستی گیٹ کے درمیانی باغ میں ادا کی جائیگی۔ نماز عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور پڑھائیں گے۔ جمعۃ الوداع کی نماز بھی مذکورہ باغ میں پڑھائی جائے گی۔ تقریر ۱۲½ بجے شروع ہو جائے گی ——— خطبہ جمعہ ۱½ بجے شروع ہوگا۔

مسلمانانِ لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق در جوق شریک ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ بارش کی صورت میں نمازِ عید مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائے گی

(ناظم انجمن خدام الدین)

ضروری اطلاع :- ایجنٹ حضرات مطلع رہیں کہ ۵ر جنوری ۱۹۶۸ء کا پرچہ ۳۰ دسمبر کو روانہ کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ (ادارہ)

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی لاہوریؒ — مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، لاہور

"نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

کشمکشِ حیات میں کامیابی کا صحیح لائحہ عمل

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بھیج کر عجب کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ جب ایک وقت میں کئی کام کرنے والے ہوں اور سب ہی ضروری ہوں، تو بڑی تشویش پیدا ہوتی ہے کہ کون سے کریں اور کونسے چھوڑیں۔ یہی کیفیت انسان کی ہے۔ کام کئی ہیں۔ آخرت کی کامیابی کے لئے نیکیاں بھی بہم پہنچانی ہیں اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے معاش بھی پیدا کرنی ہے۔ پھر اپنے لئے یہی نہیں، بلکہ بیوی بچوں سب کے لئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے عارضی طور پر بیوی بچوں کی محبت بھی دے دی ہے۔ تو فکر معاش اور فکر معاش کے لئے مختلف کام کاج یہی انسان کو مصروف رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ پھر یادِ الٰہی بھی کرنی ہے۔ اور یادِ الٰہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ حدیث میں ہے کہ ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے۔ اگر ذکر الٰہی نہ کریں تو مردہ بنتے ہیں اور ذکر کریں تو معاش رہتی ہے۔ اس کشمکش سے نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عبدیت کا پروگرام دیا ہے جس کا نام قرآن ہے اور جس کے عملی نمونہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ ایسا سہل پروگرام ہے کہ دنیا کے کام بھی ہو جائیں اور آخرت بھی درست ہو جائے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں یا نصیحت کرتا ہوں کہ جب دنیا کے کام کاج سے فارغ ہوں تو پھر وقت کو ضائع کرنے سے بچائیں اور ذکر الٰہی میں لگ جائیں۔ دنیا کے کام کاج کو ایسے سمجھیں جیسے پاخانے میں جانا۔ ہر آدمی کو پاخانے میں جانا پڑتا ہے۔ لیکن رفع حاجت کے بعد کوئی ایک منٹ بھی زیادہ نہیں بیٹھتا۔ اسی طرح بے شک کام کاج کریں لیکن جب فارغ ہوں تو پھر ایسے مقامات میں بیٹھیں جہاں خدا یاد آتا ہو۔ ایسی مجلس میں بیٹھیں جہاں خدا یاد آتا ہو۔ اللہ والوں کا مقولہ ہے کہ غافلین کی صحبت سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے۔ اور تنہا بیٹھنے سے اللہ والوں کی صحبت بہتر ہے حدیث میں بھی آتا ہے۔ کسی نے نجابت کا راستہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی زبان کو بند رکھو اور اپنے گھر میں بیٹھا کر اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔ قرآن میں بھی ہے کہ دن رات خدا کو یاد کرنے والوں کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ بعض لوگ فارغ ہونے کے بعد سینما چلے جاتے ہیں۔ بعض بیٹھکوں میں بیٹھ کر گپیں مارتے ہیں۔ سیاسیات پر بحثیں کرتے ہیں سیاسیات میں بحث کرنا تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ ان کا کام ہے جو شطرنج سیاست پر کھیلتے ہیں۔

میں نے پنجاب کے نوجوانوں میں ۳۴ سال کے تجربے میں دو نقص دیکھے ہیں۔ سیاسیات میں دیکھا ہے کہ اگر لیڈر ان کی رائے کے مطابق چلے تو اس کے پاؤں بھی دھو کر پیتے ہیں اور اگر خلاف چلے تو اس کا سر ہوتا ہے اور ان کا جوتا۔ کبھی زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔ اور کبھی مردہ باد شروع کر دیتے ہیں۔ الٰہیات میں نے دیکھا ہے کہ یہ کسی ایک کو اپنا نہیں بناتے۔ جو انہیں باتوں میں لگاتا ہے اس کے ساتھ چل نکلتے ہیں۔ جب ایک روز سوچ سمجھ کر کسی سے وابستگی اختیار کر لی ہے تو پھر وابستہ رہو۔ اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ نہ چلے جاؤ۔ اس سے پختگی پیدا نہیں ہو گی اور کہیں سے بھی کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ پہلے پودا ایک باغ میں لگایا پھر اکھاڑا اور دوسرے باغ میں لگایا۔ وہاں پہلے پتے سوکھ گئے، نئے نکلے تو پھر اکھاڑ کر تیسرے باغ میں لگا دیا۔ اس طرح وہ درخت نہیں بن سکتا۔ تم سمجھتے ہو کہ ہر لٹیں بڑھانے والے اور بھگوے کپڑے پہننے والا اللہ والا ہوتا ہے۔ اللہ والا وہ ہے جو متبع شریعت ہو اور جس کی صحبت میں خدا یاد آئے۔ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا اور ہر سائیں اللہ والا نہیں ہوتا۔ اکثر بہروپئے ہیں اور دھوکے باز ہیں۔

تو خدا یاد کریں۔ لیکن اس پر مغرور بھی نہ ہوں۔ کیونکہ فیصلہ خاتمے پر ہو گا۔ اگر ایمان پر خاتمہ ہوا تو بہتر ورنہ ایمان سلب بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ڈرنا چاہیئے۔ میرے حضرت بتاتے ہیں کہ سفر حج میں جہاز میں سوار تھے کہ پنجاب کے ایک پیر کا خادم حالت نزع میں تھا کہ اس کا ایمان سلب ہو گیا۔ میں بھی دیکھ رہا تھا اور اس کا پیر بھی۔ پتہ نہیں یہ اس کے کس گناہ کی شامت تھی

(عملوں کا مدار خاتمے پر ہے)۔

غرض اس دنیا میں آئے ہیں تو مقصدِ حیات کو نہ بھولیں۔ کام کاج بے شک کریں۔ لیکن جب فارغ ہو جائیں تو پھر یادِ الٰہی میں لگ جائیں۔ غفلت میں وقت نہ گذاریں۔ اگر کوئی نیک مجلس مل جائے تو اس میں شامل ہوں۔ جیسے صبح کا درس ہے یا جمعرات کا ذکر ہے۔ بس کہتے ہیں کہ فرصت نہیں ملتی۔ بیوی سے باتیں کرنے بچوں کو کھلانے کے لئے فرصت ہے لیکن یادِ الٰہی کے لئے فرصت نہیں۔

اگر قرآن حکیم میں بتائے ہوئے عبدیت کے پروگرام کے مطابق زندگی بسر کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کا اتباع کریں گے، تو دنیا کی زندگی بھی سوہنی گذر جائے گی اور آخرت میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

اے ماہِ صیام، الوداع!

محمد اقبال شاہین، ملتان

کہوں الوداع تجھ کو ماہِ صیام — بصد بے قراری بصد احترام
رہیں گی نہ اب پہلی سی رونقیں — عبادت تو ہوتی رہے گی مدام
تیرا ایک ایک پل تھا برکت سے پُر — ہر اک سمت رحمت برستی تھی عام
عجب بات تیری ہے ماہِ صیام — کہ عید الفطر کا بھی لایا پیام

ہیں شاہینؔ وہ لوگ تو بد نصیب
جو روزہ نہ رکھیں گنوائیں صیام

۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۷ء

آخری عشرہ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ یادِ خدا کیجئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :-
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن -

ترجمہ : رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا -

محترم حضرات ! رمضان المبارک کو قرآن کریم سے بڑی نسبت ہے - رمضان اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے - قرآن اسی مہینہ میں اتارا گیا اور یہی اس خیرو برکت والے مہینہ کا سب سے بڑا شرف ہے کہ اس میں کائناتِ انسانی کے لئے بہترین ، کامل ترین اور جامع ترین ہدایت نامہ اتارا گیا اور کامل و اکمل دستورِ زندگی نوعِ انسانی کے سپرد کیا گیا - چنانچہ جب یہ ماہ مبارک آتا ہے کلام الٰہی کا تکرار شروع ہو جاتا ہے اور منبرو محراب حفاظ و قراء کے دلنواز اور میٹھے میٹھے بولوں سے گونجنے لگتے ہیں - مسلمان دن کے وقت محبوب حقیقی کی رضا حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں اور رحمتِ خداوندی جوش میں ہوتی ہے -

ندائے غیب

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کا چاند اُفقِ مغرب سے اُبھرتا ہے تو ایک اعلانچی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے تمام عالم میں اعلانِ عام کرتا ہے - یا باغی الشراقصر اے گناہوں کے بے محابا ارتکاب کرنے والے اور دریائے معاصی میں غرق رہنے والے رُک جا - اب تو گردن جھکا لے - اب تو میری طرف متوجہ ہو - اب تو گناہوں سے باز آجا اور برائی سے ہاتھ کھینچ لے ـــ یا باغی الخیراقبل - اے نیکی کے طلبگار اور بھلائی کے متلاشی نیکی کی طرف دوڑ - میرے آستانہ جمال و رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ، رحمت کا دریا موجیں مار رہا ہے ، خیرات حسنات کی فراوانی ہے - بھلائی اور بہتری کی تقسیم کا دور شروع ہے تو بھی آ ! اور اس سے اپنا دامن بھرلے وللہ عتقاء من النار اور اللہ کی طرف سے بہت سے لوگ دوزخ سے آزاد ہونے والے ہیں -

بزرگانِ محترم ! جب یہ خطبہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو آپ حضرات آخری عشرۂ رمضان المبارک سے گذر رہے ہوں گے جس کے متعلق حدیث نبوی میں یہ الفاظ آتے ہیں - و آخرہٗ عتق من النار - یعنی رمضان المبارک کے آخری دس روز دوزخ سے آزاد ہونے کے ہیں ـــ گویا مطلب یہ ہوا کہ دوزخ سے صحیح معنوں میں آزادی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے -

آپ سب حضرات کئی مرتبہ سُن چکے ہیں کہ رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اللہ کی مہربانیوں ، رحمتوں ، کرم گستریوں اور نوازشوں کا نزول ہوتا ہے ـــ اور اللہ تعالٰے کے خوش بخت بندے اظہارِ عبودیت کرکے ان رحمتوں سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں - دوسرے عشرے میں اللہ کی مغفرت اور بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں - گناہوں سے عفو و درگذر کا اعلان کر دیا جاتا ہے - روزہ دار اور رات کے قیام کرنے والے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی بخشش اور مغفرت کے طلبگار ہوتے ہیں - اور آخری عشرے میں ان دو عشروں کو کامیابی سے گذارنے کے نتیجے میں دوزخ سے آزادی اور جمالِ حبیب کی خوش خبری ملتی ہے - جو شخص ان دس دنوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کرے گا ، اعتکاف میں بیٹھے گا ، لیلۃ القدر کی جستجو میں رات آنکھوں میں کاٹے گا ، ذکر اللہ سے دل کو زندہ کرے گا ، تلاوتِ آیاتِ قرآنیہ سے عشقِ خداوندی کے جذبہ کو بیدار کرے گا ، دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا اور جنت میں جمالِ حبیب کے مزے لُوٹے گا -

قرآن اور روزہ شفاعت کریں گے

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان اور قرآن بندہ کی سفارش کریں گے - روزہ کہے گا یا اللہ ! میں نے اس کو سارا دن کھانے اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگنے سے روکے رکھا تو اب اس کے لئے میری سفارش قبول فرما اور اسے بخشش کی نعمت سے سرافراز فرما - قرآن کہے گا - یا اللہ ! میں نے اس شخص کو رات سونے سے روکے رکھا اور یہ نیند چھوڑ کر تراویح اور تہجد میں میری تلاوت کرتا رہا - اس لئے اس کی مغفرت کے لئے میری سفارش کو شرفِ قبولیت سے نواز -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کے لئے ان دونوں یعنی روزہ اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی - اور اس کو مغفرت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا جائے گا -

حاصل

یہ نکلا کہ رمضان کے روزے اور قرآن محشر کے دن بارگاہ رب العزت میں اپنی قدر کرنے والوں کی سفارش کریں گے -

عزیزانِ گرامی ! قرآن کریم خداوندِ لایزال کا کلام ہے اور خداوند قدوس اپنی

ذات اور صفات میں بے مثل و بے نظیر ہے اور جس ذاتِ گرامی کو یہ کلام عطا کیا گیا وہ بھی ساری مخلوق میں بے نظیر و بے مثیل ہے۔ چنانچہ جس امّت پر یہ قرآن نازل ہوا وہ امّت بھی ساری امم میں خیر امّت اور بے نظیر ہے۔ جس فرشتے کے ذریعہ یہ کلام نازل ہوا وہ فرشتوں میں بے نظیر ہے اور جس مہینہ میں یہ کلام نازل ہوا وہ مہینوں میں اپنی نظیر اور مثال نہیں رکھتا۔ اور جس رات میں یہ کلام نازل ہوا وہ تمام راتوں میں اپنی مثال اور نظیر نہیں رکھتی۔ غرض یہ قرآن جس ظرف میں آیا اور جس ساعت میں آیا ان تمام کو بلند کرتا چلا گیا۔

اللہ کی کیا شانِ رحمت ہے کہ امّتِ مسلمہ کو نزولِ قرآن کے صدقہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہونے کے باعث رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ایک ایسی رات نصیب فرما دی جو اپنی پُرکیف ساعتوں کی وجہ سے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ برس اور ۴ ماہ کی بہتر بہتر عبادتوں سے بھی اجر و ثواب میں بڑھی ہوئی ہے۔ اب اندازہ فرمائیے! کہاں ۸۳ برس ۴ ماہ کی طویل مدت اور کہاں صرف ایک رات کی چند ساعتیں ـــــ ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مرتبہ والی کتاب، مرتبہ والے فرشتہ کے ذریعہ سے مرتبہ والی امّت پر نازل ہوئی۔

محترم حضرات! لیلۃ القدر کی ساری برکات نزولِ قرآن کے باعث ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عام صلحاء امّت تک سب کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ رمضان المبارک میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے۔ اور آخری عشرے میں بالخصوص زیادہ عبادات و اشغال کیا کرتے تھے۔

حبیبۂ حبیبِ خدا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں) اتنی کوشش کرتے تھے کہ دوسرے عشروں میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے۔

پس ہمیں بھی چاہئے کہ آخری عشرۂ رمضان المبارک کا کوئی لمحہ بھی یادِ خداوندی سے خالی نہ جانے دیں، ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، تلاوتِ قرآن میں محو رہیں اور راتوں کو محبوبِ حقیقی سے سرگوشیوں اور محبت بھری باتوں میں گذار دیں ـــــ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی بیش از بیش توفیق دے۔ آمین!

امامِ غزالیؒ

تلاوتِ قرآن کریم کی شرطیں

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے قرآن مجید کی تلاوت کے لئے حسب ذیل شرطیں بیان کی ہیں

۱۔ عظمتِ کلام کا سمجھنا اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت کے وقت یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ یہ حقتعالےٰ کی زبردست مہربانی اور عنایت ہے کہ اس نے عرشِ جلال سے اتر کر اپنی مخلوق کو سمجھانے اور عمل کرنے کے درجہ تک نزول فرمایا۔

۲۔ متکلّم کی تعظیم اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قاری کے دل میں عظمتِ متکلم موجود ہونی چاہئے۔ اور اسے سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے وہ انسانی اور بشری کلام سے نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو پاک نہ ہوں وہ کلام پاک کو چھو بھی نہیں سکتے۔

۳۔ حضورِ قلب اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت کے وقت قاری کی توجہ کلام الٰہی کے سوا کسی اور طرف نہ ہو تاکہ قاری قرآن مجید سے بخوبی استفادہ کر سکے۔

۴۔ تدبّر اور غور و فکر مطالب سمجھنے کے لئے غور و فکر ضروری ہے، اسی لئے ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حکم دیا گیا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ جس قرآت میں تدبّر نہ ہو اس میں خیر نہیں۔ چنانچہ تدبّر کے لئے اگر اعادے کی ضرورت ہو تو اعادہ کرنا چاہئے۔

۵۔ بخوبی سمجھنا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آیت سے وہی بات سمجھی جائے جو آیت سے مناسبت رکھتی ہو۔

۶۔ قرآن کے معنی قرآن کے معنی سمجھنے میں چار حجاب آڑے آتے ہیں۔ ان میں ایک تو یہ ہے کہ ساری توجہ محض مخارج حروف اور ان کی بہتر ادائیگی پر اس طرح دی جائے کہ معنی نظر سے اوجھل ہو جائیں۔ دوسرا یہ ہے کہ سنے سنائے اعتقاد کی ایسی پابندی کی جائے کہ ان سنی باتوں کی طرف رجوع ہونا ممکن ہی نہ رہے۔ تیسرا یہ ہے کہ گناہ پر اصرار ہو۔ غرور اور تکبر اور دنیا کی ہوس کے آگے کچھ نہ سوجھے۔ چوتھا یہ ہے کہ کوئی ظاہر تفسیر پڑھ کر یہ سمجھ لے کہ قرآنی کلمات کے معانی اب کچھ اور نہیں۔

۷۔ نسبت کی تخصیص اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والا یہ بات ذہن میں رکھے کہ اس میں ہر خطاب کا مقصود وہ خود ہے۔

۸۔ تاثیر قبول کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاری پر آیاتِ قرآنی کا اثر ظاہر ہو۔ یعنی عذاب اور وعید کی آیات پر اس کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہو، مغفرت کے وعدے پر دل میں اطمینان پیدا ہو۔

۹۔ قرأت کے درجات اس کا مطلب یہ ہے کہ قرأت کے تین درجات میں سے قاری کو کسی ایک درجہ میں ہونا چاہئے۔ ورنہ وہ غافلین میں شمار ہوگا۔ ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ قاری سمجھے کہ وہ اللہ کے سامنے قرآن پڑھ رہا ہے۔ اللہ حاضر و ناظر ہے اور وہ سن رہا ہے۔ اس سے بلند درجہ یہ ہے کہ قاری دل سے یہ جانے کہ گویا اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور بلند ترین درجہ یہ ہے کہ قاری کلام میں متکلم کو اور کلمات میں صفات کو دیکھے۔

۱۰۔ نفس کے راضی ہونے سے بچنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ قاری خود کو بالکل نیک اور پاک تصوّر کرنے سے بچے بلکہ اس کے دل میں صدیقین کی بابت آیات پڑھتے ہوئے یہ شوق ہو کہ وہ بھی اس زمرے میں شامل کیا جائے، اور جب قصور واروں کی مذمّت میں آیات پڑھے تو سمجھے کہ خود بھی انہی میں شامل ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مذکورہ شرائط کی پابندیوں کے ساتھ قرأت سے قاری کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔

(ماخوذ)

صُلحاءِ امّت کا

تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات سے شغف

جامع شریعت و طریقت وقار العلماء والاولیاء حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہ

(۱)

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ: امّا بعد؛ فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:- یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ -

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست باز بندوں کی رفاقت و معیت اختیار کرو۔

اس آیت کی رُو سے انسان عقیدہ اور عمل میں نیک بندوں کی معیت اختیار کرنے پر مامور ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" (کہ انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہو گی) فرما کر نیکوں والی راہ اختیار کرنے اور ان کے مسلک پر چلنے کی ترغیب دی ہے

ان اوراق میں اس آیت و حدیث کی توضیح کے لئے صلحاء کرام کی عملی محنت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو صلحاءِ امت کی معیت کی اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرمائے اور ان کی شفاعت کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

۱- سید المرسلین، خاتم النبیّین، شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نماز کے متعلق یہ ارشاد کتنا مشہور ہے کہ "قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ" او کما قال۔ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نوافل میں اتنا زیادہ مشغول رہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے انتہائی شفقت اور محبت کے انداز میں "قَلِیْلاً" کے محبت بھرے انداز میں زیادہ جاگنے سے منع فرمایا۔ تقریباً دو دو اور اڑھائی اڑھائی پارے ہر رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل یہ سورتیں تلاوت فرما کر آرام فرمایا کرتے تھے (۱) سورۃ بنی اسرائیل (۲) سورہ کہف۔ (۳) سورۃ الم سجدہ (۴) سورۃ زمر (۵) سورۃ حٰم دخان (۶) سورۃ القمر (۷) سورۃ الحدید (۸) سورۃ صف (۹) سورۃ جمعہ (۱۰) سورۃ منافقون (۱۱) سورۃ تغابن (۱۲) سورۃ ملک (۱۳) سورۃ مزّمل (۱۴) سورۃ اعلیٰ (۱۵) سورۃ اذا زلزال (۱۶) سورۃ تکاثر (۱۷) سورۃ کافرون (۱۸) سورۃ اخلاص (۱۹) معوذتین (۲۰) سورۃ فاتحہ (۲۱) سورۃ بقرہ کا پہلا اور پچھلا رکوع (۲۲) آیۃ الکرسی (۲۳) سورۃ آل عمران کا آخری رکوع۔ اس کے علاوہ کچھ آیات اور بھی تلاوت فرما کر آرام فرمایا کرتے تھے۔

۲- سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوز و گداز کے ساتھ بکثرت تلاوت کرنا اس قدر رقت انگیز ہوا کرتا تھا کہ مشرکات تک متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔

۳- داماد بتولؓ، امیر المومنین سیدنا حضرت امیر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں عموماً سورۃ کہف تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور قرآن کریم کی تلاوت کو عام کرنے کے لئے اپنی مملکت میں جس کا مجموعی رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل تھا حکم نافذ کیا کہ کسی شخص کو کسی قسم کی ملازمت قطعاً نہیں مل سکے گی تاوقتیکہ سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کا حافظ نہ ہو۔

۴- جامع القرآن، امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں عموماً سورت یوسف تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کے فرزند ارجمند سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سونے سے پہلے سورہ کہف بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

۶- سراج الامت امام الآئمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ خدیجہ رحؒ بنت حضرت امام زین العابدین رضؓ کے بارے میں "فتاویٰ برہنہ فارسی" کے مصنف نے تحریر کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں چھ سپارے تلاوت فرمایا کرتی تھیں۔ اس طرح پانچ نمازوں میں روزانہ ایک قرآن کریم ختم کیا کرتی تھیں۔

خود امام اعظم ابوحنیفہ رحؒ کی یہ حالت تھی کہ آپ رمضان المبارک میں روزانہ ایک ختم دن کو اور ایک ختم رات کو اور ایک ختم تراویح میں فرمایا کرتے تھے۔ یعنی کل ۹۱ ختم۔ اسی طرح امام صاحب کا چالیس برس تک یہ معمول رہا کہ مغرب سے پہلے کھانا تناول فرما کر مغرب کے بعد نوافل اوابین سے فارغ ہو کر قدرے آرام فرما کر خواب سے بیدار ہو کر وضو کرکے نماز عشاء باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے اور اسی عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے تھے اور تیس برس تک آپ نے متواتر روزے رکھے۔

اسی طرح قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، سراج المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل اور سلطان العارفین شیخ الشیوخ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نور اللہ قبورہم نے چالیس چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی اور تیس تیس برس متواتر روزے رکھے۔

۷- بے نظیر سخاوت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ نہایت ہی خوبصورت اور حسین و جمیل جوان تھے حد درجہ سخی تھے قرض اٹھا اٹھا کر بھی محتاجوں کی امداد کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک دفعہ قرض لیا۔ جب قرض خواہوں نے بہت مجبور کیا تو حضرت معاذؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے قرض خواہوں سے فرما دیں کہ مجھے قرض معاف کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تمام ساز و سامان فروخت کرکے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا اور فتح مکہ کے دن یمن میں صوبے میں کسی حلقے کا امیر بنا کر بھیج دیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۳۵ برس کی عمر پاکر ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں اردن میں شہید ہو گئے۔

نوٹ: عمواس۔ رملہ اور بیت المقدس کے درمیان ایک آبادی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں طاعون کی ابتدا اسی بستی سے ہوئی اس لئے اس طاعون کو طاعون عمواس کہتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مقبرہ بیان کی کی شرقی جانب ہے۔ اس بستی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۲ ج ۱)

۸- عبادت اور تجارت

حکیم الامت حضرت

ابو الدرداء عویمر انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں سے تھے۔ تجارتی کاروبار کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے اسلام قبول کیا تو میرا تجارتی کاروبار نہایت وسیع پیمانے پر تھا۔ میں نے بے حد کوشش کی کہ تجارت اور عبادت دونوں کا سلسلہ چلتا رہے لیکن تجارت کے ساتھ عبادت کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا تو میں نے تجارت کو چھوڑ کر عبادت کو پسند کر لیا۔ خدا کی قسم! میرا دل پسند نہیں کرتا کہ میری دکان مسجد کے دروازہ پر ہو اور جماعت کے زائل ہونے کا احتمال بھی نہ ہو اور ایک لاکھ کی روزانہ آمدنی ہو اور عبادت کے ساتھ جمع کروں۔ بلکہ میں اتنی کھلی تجارت کے مقابلہ میں عبادت کو ہی پسند کرتا ہوں۔ کسی نے کہا کہ آپ تجارت سے اتنا گریز کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ کے ہاں حساب کے خطرے کی وجہ سے۔ میں فقر کو پسند کرتا ہوں تاکہ احکام کی پابندی کر سکوں۔ اور بیماری کو پسند کرتا ہوں تاکہ گناہ جھڑتے رہیں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی — اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ عزت اور شوکت بخشی تھی کہ ان کی مجلس شاہی دربار کی طرح علم حاصل کرنے والوں سے بارونق رہتی تھی۔ (ص۲۴)

۹۔ تقویٰ اور جنّ کا قتل

ام المومنین سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک جنّ کو قتل کر دیا۔ پھر انہیں خواب میں کہا گیا کہ خدا کی قسم آپ نے تو مسلمان جن کو قتل کر دیا ہے حضرت عائشہؓ نے خواب ہی میں جواب دیا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ازواجِ رسولؐ کے ہاں کیوں آتا؟ کہا گیا کہ آپ کے ہاں تو اس وقت آیا تھا جب کہ آپ نے کپڑے پہن رکھے تھے — حضرت عائشہ صدیقہؓ اس خواب سے گھبراہٹ کے ساتھ بیدار ہوئیں اور احتیاطاً ۱۲ ہزار روپیہ فی سبیل اللہ بطور خون بہا کے مصارف خیر میں خرچ کر دیا — حد ہو گئی ہے تقوےٰ کی۔

آپ کو قرآن کریم یاد تھا اور آپ نے اپنا حجرہ مبارک مبلغ ایک لاکھ روپیہ لے کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فروخت کر دیا اور یہ رقم ایک ہی دن میں غروب آفتاب سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی۔ آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی۔ (ص۲۷، ۲۸ - ج ۱)

نوٹ: یہ حجرہ وہی ہے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پُر انوار اور سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا امیر عمر رضی اللہ عنہما کے مزار مبارک ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس حجرہ کو خرید کر اسی طرح وقف رہنے دیا۔

ایک موقعہ پر حضرت ام المومنین سیدۃ النساءؓ نے ایک ہی دن میں ایک لاکھ اسّی ہزار روپیہ تقسیم فرما دیا۔ افطاری کے وقت خادمہ سے فرمایا۔ کوئی چیز لاؤ روزہ کھول لیں۔ خادمہ نے خشک روٹی اور روغن زیتون پیش کیا اور عرض کیا۔ کہ کاش چار آنے رکھ لئے ہوتے اور گوشت منگوا کر روزہ افطار کر لیتے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھے تو خیال ہی نہیں آیا۔ اگر اس وقت تو کہتی تو میں چار آنے رکھ لیتی۔ سبحان اللہ! کتنا بے نظیر زہد ہے اور دنیا کی عیش و عشرت سے کنارہ کرنے کی کتنی بے نظیر مثال ہے کہ لاکھوں روپے فی سبیل اللہ تقسیم کئے جا رہے ہیں اور روزہ دار زاہدہ کو افطاری کا خیال تک نہیں۔ ص۲۷

تسبیح کا وجود

اللہ تعالےٰ کے نیک بندے اوراد و اشغال اور وظائف پورا کرنے کے لئے گنتی میں آسانی اور سہولت کے لئے تسبیح استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بعض بے علم اور جاہل تسبیح کے استعمال کو بدعت کہتے ہیں۔ سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک موٹا دھاگہ لے کر اس پر دو ہزار گرہیں دے رکھی تھیں۔ سونے سے پہلے دو ہزار دفعہ تسبیح پڑھ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ بھی مشرف باسلام ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے گھر میں عبادت کا یہ معمول تھا کہ ایک حصّہ رات کا ان کا ایک غلام عبادت میں مشغول رہتا تھا ایک حصّہ ان کی بیوی عبادت کرتی رہتی تھیں اور ایک حصّہ یہ خود عبادت و تہجد وغیرہ میں مشغول رہتے۔ سیدنا امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ منوّرہ کے ڈپٹی کمشنر رہے ۵۸ھ میں وفات پائی۔ (ص۳۴ ج ۱)

۱۰۔ اظہارِ حق

حجاج بن یوسف اپنے ظلم و ستم اور جبر و قہر میں بہت ہی زیادہ مشہور تھا اور ہے۔ ان کے سامنے بہت تھوڑے لوگ جرأت کے ساتھ بات کر سکتے تھے۔ اپنی سیاست کو قائم رکھنے کے لئے ایک لاکھ ۲۴ ہزار بے گناہ انسانوں کو شہید کیا۔

ایک دفعہ حجاج بن یوسف خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اٹھ کر فرمایا تو اللہ کا دشمن ہے۔ تو نے بیت اللہ شریف کی عزت و حرمت کو برباد کیا اور اولیاء کرام کو شہید کیا۔ حجاج نے کہا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ حضرت عبداللہ بن عمر ہیں — حجاج نے کہا۔ اے بوڑھے! چپ ہو جا۔ جب حجاج تقریر سے فارغ ہوا تو اپنے ایک خاص الخاص کارکن کو حکم دیا۔ اس نے حجاج کے حکم کے مطابق ایک زہر آلود ہتھیار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤں پر مار کر پاؤں زخمی کر دیا۔ زہر کے اثر سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ شدید بیمار ہوئے۔ حجاج پوچھنے کے لئے گیا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے نہ اس کے سلام کا جواب دیا اور نہ اس سے بات چیت کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اور ۷۴ھ میں وفات پائی۔ ص۵۳ ج ۱۔

۱۱۔ کثرتِ صوم و صلوٰۃ

شیخ الاسلام حضرت سعید بن المسیب جلیل القدر اور مشہور تابعی ہیں۔ ان کے پاس ایک ہزار روپیہ تھا۔ روغن زیتون کی زیارت کر کے گذر اوقات کرتے تھے۔ حکومت سے وظیفہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ چالیس حج کئے ۹۱ھ یا ۱۴ھ میں وفات پائی۔ ص۵۳ ج ۱۔

۱۲۔ فہیم قرآن

حضرت قتادہؒ جلیل القدر اور مشہور تابعی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس میں تفسیر کا علم حاصل کیا اور فرماتے ہیں کہ میرے استاد ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھے چارپائی پر اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے۔ جبکہ بڑے بڑے معزز قریشی فرش پر اس چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم کے ذریعہ اس طرح عزت بلند ہوتی ہے امراء نیچے اور مفسر عزت کے مقام پر ہیں۔ (ص۵۸ ج ۱)

۱۳۔ تلاوتِ قرآن

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں بہت بڑے محدّث اور اپنے شہر میں بہت بڑے عالم تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور روزہ کی حالت میں ہی وفات پائی۔ روزانہ ساڑھے سات پارے قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ عمر بھر تہجد کو ناغہ نہیں ہونے دیا۔ رات کا اکثر حصّہ عبادت میں گذارتے تھے ۹۴ھ میں وفات پائی۔ ص۵۹ ج ۱۔

۱۴۔ حضرت ابو رجاء عمران بن ملحان البصری جلیل القدر تابعی ہیں۔ نہایت کثرت کے ساتھ نمازیں اور بہت زیادہ قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں دس دن کے اندر تراویح میں قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔

ایک سو بیس برس عمر پا کر ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ صـ۶۲ ج ۱

۱۵- حضرت ابراہیم نخعیؒ بہت بڑے فقیہ تھے اور صراف تھے حجاج بن یوسف کی موت پر بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر ادا کیا ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے ۹۵ھ میں وفات پائی صـ۷ ج ۱

۱۶- حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ اللہ کی راہ میں شہادت کا درجہ پایا۔ ان کی شہادت کا واقعہ اور حجاج بن یوسف کے سامنے بے مثال اظہارِ حق کا واقعہ مشہور ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ اللہ کے خوف سے اتنا زیادہ روتے تھے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔ تلاوت کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ ہر رات میں پندرہ سپارے تلاوت کیا کرتے تھے اور آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ۔ یعنی اس دن سے ڈرو جس دن کہ تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ کو رات کے وقت کثرت سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بیت اللہ کے اندر جب داخل ہوئے تو ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کر دیا۔

۱۷- موت سے کسی کو مفر نہیں

ایک دفعہ یمن میں حیرت انگیز تباہ کن سیلاب آیا۔ اس سیلاب کی شدت سے ایک جگہ ننگی ہوئی اور ایک پتھر کا بند دروازہ دیکھا گیا۔ جب تالا توڑا گیا تو اس میں ایک سنہری تخت پر ایک انسان کی میّت تھی جس کا قد تقریباً ۱۰ فٹ سے کچھ اوپر تھا۔ اور اس پر زربفت کی چادریں پڑی ہوئی تھیں اور اس کے سر پر سرخ یاقوت کا تاج تھا۔ اور اس کے قریب ایک سونے کی لاٹھی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال سفید اور چمکیلے تھے۔ اس کے سر کے بہت لمبے بال (جیسے کہ بلوچستان میں بلوچوں کے ہوا کرتے ہیں) آدھے دائیں طرف اور آدھے بائیں طرف کر دئے گئے تھے۔ اس کے قریب ایک تختی پڑی ہوئی تھی جس پر یہ مضمون لکھا ہوا تھا "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ رَبِّ۔ میرا نام حسان بن عمر ہے۔ اور میں حکمران تھا۔ جب کہ اللہ کے سوا کوئی حکمران نہیں۔ میں نے اپنی ساری زندگی امنگوں اور خواہشات کے مطابق بسر کی اور اپنی زندگی ختم ہونے پر موت کا پیالہ پیا۔ اس سلطنت پر بارہ ہزار مجھ سے پہلے حکمران گذر چکے ہیں۔ میں ان سب سے اخیری حکمران ہوں میں اس پہاڑ کے دامن میں آیا تاکہ موت کے زبردست پنجہ سے اس پہاڑ کی مدد سے بچ سکوں۔ لیکن اس بہت بڑے پہاڑ نے بھی مجھے موت کے پنجہ سے نہ بچایا۔ میری یہ وہ تلوار ہے جس کے سایہ کے نیچے ہزاروں انسان پناہ لیا کرتے تھے لیکن میری بے کسی و بے بسی کا یہ عالم ہے جو تمہارے سامنے ہے۔" فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۱۸- علامۃ التابعین حضرت عامر بن شراحیل الشعبی ہمدانی کوفی یگانہ روزگار تھے ۱۷ھ خلافتِ فاروقی میں پیدا ہوئے۔ پانچ سو سے زیادہ صحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔ بے انتہا سخی تھے۔ ان کے خویش و اقربا میں جب کبھی کوئی غریب رشتہ دار فوت ہو جاتا تو یہ اس کا قرض ادا کر دیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں فقیہ اعظم تھے۔

لطیفہ حضرت عامر الشعبی سے کسی نے پوچھا کہ ابلیس کی بیوی کا نام کیا تھا؟ — جواباً فرمایا کہ میں اس مجلس نکاح میں شریک نہیں تھا۔ ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

امام اعظمؒ ان کے اخص الخاص تلامذہ میں سے تھے۔ صـ۸۲ ج ۱۔

۱۹- حضرت مجاہد بن جبر مفسر قرآن اور حافظ الحدیث تھے۔ فرماتے ہیں میں نے تین دفعہ حبر الامۃ حضرت عباسؓ سے قرآن حکیم کی تفسیر پڑھی۔ ۸۳ برس کی عمر پا کر ۱۰۳ھ میں وفات پائی صـ۸۶

حضرت مجاہدؒ نے تین مرتبہ ابن عباسؓ کی خدمت میں رہ کر اور حضرت قتادہؒ نے دس دفعہ ابن عباسؓ کی خدمت میں رہ کر علم تفسیر حاصل کیا۔ لیکن ہائے افسوس اور ہزار افسوس کہ اس تاریکی کے دور میں بغیر کسی استاد کے تفسیر و حدیث پڑھے بغیر مجدد، مفسر اور خطیب اعظم بن بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل میں اختلاف اور امت میں افتراق اور پھوٹ پڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ناخواندہ مولوی، ناخواندہ پیر، اور بے استاد لیڈر منشی بن کر راہنمائی کے دعویدار ہیں۔ نہ صحابہ کرامؓ کی عظمت، نہ محققین کی تحقیق پر اعتماد نہ اپنی لاعلمی پر فخر اور ناز۔ اس کا نام جہالت ہے ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ نداند
او نیز خرِ خویش بمنزل برساند
آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
جہلیست مرکب تا ابدالدہر بماند

۲۰- اکلِ حلال شیخ المحدثین حضرت قاسم بن محمد بن خلیفۃ الرسول سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم۔ مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ سنن نبویہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ بکثرت حدیثیں یاد تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں نہایت ہی بلند مقام رکھتے تھے۔ بوقتِ وفات بالکل طیّب اور حلال کمائی سے ایک لاکھ نقد میراث میں چھوڑا۔ ان کے والد شہید کر دئے گئے تھے۔ پھر اپنی پھوپھی ام المومنین سیدۃ النساءؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تربیت پائی۔ ۱۰۷ھ میں وفات پائی۔ (صـ۹۱ ج ۱)

۲۱- سخاوت امام الحفاظ حضرت ابوبکر محمد بن مسلم شہاب الزہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲ ماہ اور ۲۰ ایام میں قرآن کریم یاد کیا (قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانیؒ دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے صرف ایک ایک ماہ میں قرآن یاد کیا) اپنے زمانہ میں بہت ہی زیادہ سخی تھے۔ سخاوت میں ان کا مقام نہایت ہی بلند تھا۔ ہشام بن عبدالملک کے فرزند کے مؤدب اور معلّم تھے۔ اسی سخاوت کی وجہ سے ایک دفعہ ان پر ۲۰، ۲۵ ہزار قرض ہو گیا تھا جو کہ ہشام بن عبدالملک نے ادا کیا۔ (صـ۱۰۴ ج ۱)

۲۱- کثرت عبادت حافظ الحدیث حضرت عمرو بن دینار ۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ زیادہ تر مسجد میں ہی رہتے تھے۔ میدانِ جنگ میں بہترین مجاہدوں میں سے تھے۔

رات کی تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ ایک حصہ حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے اور ایک حصہ سویا کرتے تھے اور تیسرے حصے میں عبادت کیا کرتے تھے (صـ۱۰۶ ج ۱) ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲۲- عدل اور زہد امیر المومنین ابوحفص عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد، یزید کے دورِ حکومت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ان ایام میں والیٔ مدینہ تھے۔ علم تفسیر، فقہ اور حدیث میں اجتہاد میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ حسن خداداد سے حصۂ وافر ملا تھا۔ نہایت ہی خوبصورت ڈاڑھی چہرہ پر تھی۔ عدل اور زہد میں بے نظیر تھے۔ ایک دن جمعہ پڑھانے کے لئے جب منبر پر بیٹھے تو جو قمیص زیب تن تھی اس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان کا روزانہ کا گھر کا خرچ صرف آٹھ آنے ہوا کرتا تھا۔ اپنے زمانہ میں صوم و صلوٰۃ میں سب سے زیادہ پابند تھے۔ نفلی روزے اور نوافل پڑھنے میں سب سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھ کر رو رو کر بہت دیر تک دعائیں مانگتے رہتے

تھے۔ جب نیند بہت غلبہ کرتی تب ذرا تھوڑی دیر کے لئے آرام فرما لیتے۔ اپنے دورِ حکومت میں پچھلے حکمرانوں کی مالی زیادتیوں کا خوب ازالہ کیا۔ اور تمام جائدادیں جو بنی امیہ میں تقسیم کی جا چکی تھیں واپس لے لیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کے بڑے بڑے خاندان مخالف ہوگئے اور ان کے ایک غلام نے ایک ہزار دینار لے کر حضرت امیرالمومنینؓ کو زہر دے دیا۔ حضرت امیرالمومنین نے اس غلام کو حکم دیا کہ کہیں ایسی جگہ چلا جا کہ تیرا پتہ نہ چلے۔ ۳۹ برس ۶ ماہ عمر پا کر ۱۰۱ھ ماہ رجب میں شہید ہوگئے (ص ۱۱۴ ج ۱)

واقعہ مشہور ہے کہ عید کے قریب آنے پر ایک دن ملکہ فاطمہ امیرالمومنینؓ کی زوجہ محترمہ امیرالمومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ بچوں کے لئے عید کا لباس تیار کرانے کی درخواست پیش کرنا چاہتی تھیں لیکن دیکھا کہ امیرالمومنینؓ خوفِ خدا سے زار و قطار رو رہے ہیں۔ خاموشی کے ساتھ واپس چلی گئیں۔ دوسرے دن پھر یہی درخواست لے کر حاضر ہوئیں پھر امیرالمومنینؓ کو روتے ہوئے پایا۔ مجبور ہو کر بیٹھ گئیں اور درخواست پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس ماہ کی تنخواہ تو ختم ہو چکی ہے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ آئندہ مہینے کی تنخواہ سے کچھ پیشگی لے لیں۔ خزانچی کو بلایا گیا۔ خزانچی نے کہا۔ حضور! میں تو حاضر ہوں جتنا حکم ہو نقدی پیش کر دوں۔ لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ آپ اگلے مہینے کے اختتام تک زندہ رہ کر تنخواہ کے حقدار ہو سکیں گے؟ اگر پہلے وفات ہو گئی تو قرض کون ادا کرے گا۔ بس۔ موت کے ذکر سے خوف اتنا غالب ہوا کہ نیم بیہوشی کی حالت طاری ہو گئی۔ ملکہ محترمہ مایوس ہو کر واپس چلی گئیں۔ (ص ۱۱۴ ج ۱)

۲۳۔ کثرتِ صلوٰۃ

شیخ المحدثین حضرت امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ممتاز ترین محدثین میں سے تھے۔ ۵۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ چوبیس گھنٹے میں ایک سو پچاس رکعت نوافل ادا فرمایا کرتے تھے۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ ص ۱۱۷ ج ۱

۲۴۔ حجۃ الاسلام قدوۃ المحدثین حضرت ثابت بن اسلم البنانی جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے زمانہ میں بلند پایہ محدث و فقیہ تھے۔ عبادت میں یہ مقام تھا کہ روزانہ قرآن کریم کا ایک ختم فرماتے تھے۔ بارہ مہینے روزہ رکھا کرتے تھے۔ کثرتِ گریہ سے بینائی برائے نام باقی رہ گئی تھی۔ اسی برس کی عمر پا کر ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ ص ۱۱۸ ج ۱

۲۵۔ شیخ المحدثین حضرت صفوان بن سلیم جلیل القدر فقیہ تھے۔ تیس برس مسلسل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ قحط کے دنوں میں جب ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو بارانِ رحمت نازل ہوتی تھی۔ ریاضت اور جہاد بالنفس کا یہ عالم تھا کہ غفلت و سستی کا علاج کرتے ہوئے سردیوں میں مکان کی چھت پر اور گرمیوں میں مکان کے اندر عبادت کیا کرتے تھے۔ کثرتِ سجود کے باعث پیشانی شدید زخمی ہو چکی تھی۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ (ص ۱۳۶ ج ۱)

۲۶۔ حجۃ الاسلام حافظ الحدیث حضرت منصور بن معتمر کوفی، شہید فی سبیل اللہ حضرت سعید بن جبیر کے خاص شاگرد تھے۔ چالیس سال متواتر روزے رکھے اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ بہت زیادہ رونے سے آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ (ص ۱۳۴ ج ۱)

۲۷۔ اکلِ حلال

حافظ الحدیث حضرت یونس بن عبید مصری جلیل القدر محدث تھے۔ تجارت میں نہایت اعلیٰ درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس ایک عورت ریشم کا تھان لے کر آئی۔ آپ نے قیمت پوچھی تو عورت نے بازار کے نرخ سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ۵۰۰ درہم بتلائی۔ حضرت یونس نے فرمایا کہ آج بازار میں اس کی قیمت زیادہ ہے۔ عورت نے بڑھا کر ۶۰۰ کر دی۔ بڑھتے بڑھتے ہزار تک پہنچ کر عورت کو ایک ہزار روپیہ دے دیا۔

اسی طرح کا واقعہ ایک دفعہ اور پیش آیا کہ حضرت یونس نے تیس ہزار درہم کا ریشمی کپڑا خرید کیا اور رقم ادا کر دی۔ بعد میں بیچنے والے سے پوچھا تجھے معلوم نہیں کہ فلاں جگہ اس کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے اس نے کہا۔ میں تو اب بیچ چکا ہوں میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ نے مال واپس کر کے تیس ہزار درہم واپس لے لئے۔

قیامت کے دن ایسے ہی نیک تاجر اور اسلامی روشنی میں تجارت کرنے والے عرشِ الٰہی کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ ۱۳۹ھ میں وفات پائی۔ ص ۱۳۸ ج ۱

۳۸۔ کثرتِ ذکرِ الٰہی

محدث اعظم حضرت داؤد بن ابی ہند بصری علم حدیث میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ چالیس برس مسلسل روزے رکھے ذکر الٰہی کا یہ حال تھا کہ ہر وقت زبان ذکر الٰہی سے تازہ رہتی تھی۔ ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ گھر سے دکان تک آنے جانے میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ۶۰ھ میں ولادت اور ۱۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ حج سے واپسی پر گھر پہنچتے ہی جان بحق ہو گئے۔ ص ۱۲۹ ج ۱

۳۹۔ حافظ الحدیث حضرت سلیمان تیمی بصری چالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔ ہر سجدہ میں ستر دفعہ تسبیح کہا کرتے تھے۔ ۹۷ برس عمر پائی۔ بصرہ میں عبادت میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ چالیس برس صومِ داؤدی کے پابند رہے۔ ہر گھنٹے میں کچھ نہ کچھ فی سبیل اللہ دیا کرتے تھے۔ اگر کچھ نہ ہوتا۔ تو دو رکعت نفل پڑھ لیتے۔ عمر بھر عصر سے مغرب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ممنوعاتِ شرعیہ سے ہمیشہ دامن صاف ہی رہا۔ مرض الموت میں خوفِ الٰہی سے زار و زار رو رہے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی فرمایا۔ ایک دفعہ تقدیر کے منکر کو سلام کہہ بیٹھا تھا۔ ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

۴۰۔ شیخ الاسلام حضرت ابوعون حافظ الحدیث تھے۔ عمر بھر صومِ داؤدی کے پابند رہے۔ میدانِ جنگ میں زبردست مجاہد تھے۔ ہر ہفتہ میں قرآن کریم کا ایک ختم فرماتے تھے۔ رجب ۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

نعت

اصغر نثار قریشی

رسولِ خدا، ہادیٔ جنّ و انساں
ز حسن تو عالم، درخشاں درخشاں

بہر شاخِ نازک، بہر برگِ رنگیں
بہارِ زمانہ، ثناخواں ثناخواں

نگاہِ کرم، شافعِ روزِ محشر!
خرامم خرامم، پریشاں پریشاں

فتادم سرِرہ بہ امیدِ جلوہ
سوئے من گذرکن خراماں خراماں

نثارِ حزیں در غمِ تو تپیدہ
خدارا نگاہے گل افشاں، گل افشاں

قرآن اور تعارف رمضان

از مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ۔ اما بعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس وبینٰت من الھدیٰ والفرقان ؕ

ترجمہ: ” رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت نامہ ہدایت کی روشن دلیلوں کا مجموعہ اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ “

قرآن مجید نے ماہ رمضان کا تعارف اس طرح نہیں کرایا کہ یہ وہ مہینہ ہے جو شعبان کے بعد اور شوال کے پہلے ہوتا ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں روزے رکھنے کا حکم ہم نے دیا ہے، بلکہ ایک خاص عنوان اور خاص شان سے اس کا تعارف کرایا ہے۔ یعنی ارشاد ہے کہ رمضان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید نازل فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ اس خاص شان تعارف میں کیا کوئی خاص حکمت و راز ہے؟ اتنی بات تو معمولی طور پر بھی غور کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ کوئی خصوصیت ضرور حاصل ہے اسی لیے اس کی طرف نسبت کرکے اسے روشناس کرایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ دن رات صبح و شام، سردی گرمی وغیرہ کے لحاظ سے رمضان کو کسی دوسرے ماہ سے کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے۔ رمضان گرمیوں میں بھی پڑتا ہے اور جاڑوں میں بھی کبھی اس کے دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی راتیں، محرم سے لے کر ذی الحجہ تک ہر مہینہ اسی طرح کا ہوتا ہے کسی میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہوتی جو اسے دوسرے سے ممتاز کر دے ہاں اسلامی نقطۂ نظر سے بعض خصوصیتیں بعض مہینوں کو ممتاز کر دیتی ہیں، ان کی ایک نمایاں مثال رمضان شریف ہے، اس ماہ کی خصوصیت صوم مفروض یعنی فرض روزہ ہے جو حکم شرعی ہے مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو جو خصوصیت رمضان کے ساتھ ہے وہ محض ماہ یا دن و رات کا مجموعہ ہونے کی حیثیت سے نہیں ہو سکتی۔ اس اعتبار سے تو سب مہینے یکساں ہیں بلکہ خصوصیت صوم مفروض ہی کی وجہ سے حاصل ہو گی جو اس ماہ کا خاص شرعی حکم اور اس کی امتیازی خصوصیت ہے۔ گویا ہم اس نتیجہ پہ پہنچے کہ صیام (روزے) اور اللہ کے پیام (قرآن مجید) کے درمیان کوئی خاص تعلق اور رشتہ اور کوئی ایسی مناسبت ہے جس کی وجہ سے اس ماہ کا عنوان نزول قرآن کو بنایا گیا ہے۔

اس مناسبت کی حقیقت بھی اس طرح روشن ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید کے ان اوصاف پہ نظر کی جائے جو آیت موصوفہ میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلی صفت ”ھدیً للناس“ ہے یعنی قرآن مجید سب انسانوں کا ہادی رہنما اور رہبر ہے۔ سورہ بقرہ میں اس کا وصف ”ھدیً للمتقین“ یعنی متقیوں کے لیے ہادی، یہاں فرمایا گیا ہے۔ صوم ان دونوں اوصاف کا خارجی نمونہ ہے۔ روزہ دار دن کو اپنی خواہشوں کو پامال کرتا ہے، تو رات کو قرآن مجید کی قرأت و سماعت کی نعمت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس پر عمل کی توفیق رفیق ہوتی ہے۔ خود روزہ ہی ہدایت ہے، حدیث میں آتا ہے۔ الصوم جُنّۃ، (روزہ سپر ہے) شیطان کا وار روکنے کے لیے سپر اٹھانے کی توفیق خود ہدایت اور کامرانی ہے۔ پھر اس پر حدیث قدسی کا یہ وعدہ الصوم لی وانی اجزی بہ ” روزہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا) نعمت بالائے نعمت اور ہدایت بالائے ہدایت ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے جو وعدہ فرمایا اس کے پورے ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے — ؟ اور صائم کی فلاح و کامرانی میں شبہ کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، مختصر الفاظ میں قرآن مجید تو ہدایت ہے ہی، روزہ بھی ہدایت ہے۔ یہ مناسبت ہے صیام و پیام میں۔

یہ مناسبت تو ”ھدیً للمتقین“ کے وصف کے اعتبار سے ہے لیکن ھدیً للناس ہونے کے اعتبار سے بھی صوم کو قرآن مجید کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ صائم مہدی ہی نہیں بنتا بلکہ ہادی بھی ہوتا ہے اپنی خواہشوں پہ سپر رکھ کر وہ دنیا کو بتاتا ہے کہ قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ خواہشوں کو شریعت کا پابند بنانا ہے اور ان کے پیروں میں حدود شرعیہ کی بیڑیاں ڈالنا ہے اس کے ساتھ اس حدیث پہ نظر کیجئے ” ان للصائم فرحتان فرحۃ عند الافطار وفرحۃ عند لقاء الرحمٰن “

” روزہ دار کو دو وقت خوشی ہوتی ہے۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ کی ملاقات وقت حاصل ہو گی “ ایک کا تو روزانہ بوقت افطار مشاہدہ ہوتا ہے۔ دوسری انشاءاللہ مرنے کے بعد حاصل ہو گی، روزہ دار اس کو حاصل کرکے عملی تعلیم دیتا ہے۔ خوش گوار اور پرلطف و پُر مسرت زندگی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی نفسیاتی خواہشوں اور اپنے جسمانی تقاضوں کو رضائے الٰہی کے لیے احکام الٰہیہ کے تابع کر دیا جائے اور ان کی آزادی پہ پابندی لگائی جائے قرآن مجید بھی یہی بتاتا ہے۔ گویا ”ھدیً للناس“ سے یہ مناسبت اسے عملاً ہادی بنا دیتی ہے۔

دوسری وصف ”بیّنات من الھدیٰ“ یعنی ہدایت کی واضح دلیلیں بیان فرمایا گیا ہے قرآن مجید ہدایت کی روشن دلیلوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن دلائل سے متاثر وہی شخص ہو سکتا ہے جو ضد اور ہٹ دھرمی پہ آمادہ نہ ہو بلکہ حق کا جویا اور صداقت پسند ہو۔ حق پسندی میں جو رکاوٹ پیدا کرکے آدمی کو ضدی اور ہٹ دھرم بنا دیتی ہے، وہ نفسانی خواہشات کی غلامی اور ان کی پیروی ہے۔

روزہ نفس کا وہ دریچہ کھول دیتا ہے۔ جس سے قرآنی دلائل و براہین کی روشنی اس میں داخل ہو سکتی ہے، اس لیے کہ یہ خواہشوں کی یورش کو مجاہدے کی دیوار اٹھا کر روک دیتا ہے۔ روزہ دار ایک طرف تو خود ان انوار سے منور ہوتا ہے دوسری طرف دنیا کو قرآنی بیّنات و دلائل سے روشنی حاصل کرنے کا طریقہ بتاتا ہے گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ جیو انی خواہشوں کی محبت کم کرو۔ ان پہ بندش عائد کرکے انہیں حدود سے گزرنے سے روکو اور قرآن مجید میں غور و فکر کرو تو آنکھیں کھل جائیں گی، اور قرآن مجید کی صداقت و حقانیت صاف طور پر نظر آئے گی۔

اپنا تیسرا وصف آیت مذکورہ میں قرآن حکیم نے ” الفرقان “ بیان فرمایا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب عظیم حق و باطل صحیح و غلط اچھے اور برے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے، فرقان حمید کا مطالعہ کرو تو پتہ چل جائے گا کہ راہ حق کون ہے اور باطل کا راستہ کون، زندگی کا صحیح طریقہ کیا ہے اور غلط طریقہ کیا ہے، خیر اور اچھائی کس چیز کا نام ہے اور شر اور برائی کسے کہتے ہیں، یہ سوالات قرآن مجید حل کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس صفت سے فائدہ نہ اٹھانے اور اس فرق و امتیاز سے محروم رہنے کا سبب نفسانیت کا غلبہ ہوتا ہے، صوم نفس کو مغلوب کر کے آنکھوں کے حجابات دور کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی صفت "فرقان" کی روشنی اس کی چشم بصیرت کو منور کر کے اس کے سامنے حق و باطل، خیر و شر، صحیح و غلط کو الگ الگ واضح کر دیتی ہے "الفرقان" کو رمضان سے ایک دوسری مناسبت بھی ہے خواہشوں کا غلام ہونا حیوانات کا طریقہ اور بہیمیت کا ظہور ہے انہیں روکنا ملائکہ سے مشابہت پیدا کر کے ملکوتی اور روحانی قوتوں کے غلبہ کی علامت ہے، گویا حیوانیت کی غذا روحانیت کے لیے زہر اور ان سے خلو ملکوتیت و روحانیت کی غذا ہے، روزہ حیوانیت و ملکوتیت کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر گویا قرآن مجید کی صفت "فرقان" کا ایک مظہر بن جاتا ہے اور روزہ دار کو انسانیت کے مقام بلند تک پہنچا دیتا ہے۔

قرآن مجید کے مذکورہ بالا صفات کے ساتھ رمضان کو یہ مخصوص قسم کی گونا گوں مناسبتیں حاصل ہیں اور سمجھ میں یہ آتا ہے کہ انہیں کی وجہ سے رمضان کا تذکرہ و تعارف مندرجہ بالا لطیف و پر عظمت عنوان سے اختیار فرمایا گیا ہے۔ پھر یہ کہ قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ تو بہت ہیں انہیں تین صفات کا مخصوص طور پہ یہاں تذکرہ کرنا بھی اسی مناسبت سے مناسبت رکھتا ہے۔

فائدہ اُٹھانے کا طریقہ

قرآن و رمضان، پیام و صیام کی یہ مناسبتیں مومن کے لیے اللہ کے قرب کا راستہ کھولتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس ماہ کا روزہ فرض ہے اور شب کو قرآن مجید کا پڑھنا یا سننا سنت ہے۔ جتنا فائدہ اللہ کی کتاب سے اس ماہ مکرم میں اٹھایا جا سکتا ہے اتنا کسی دوسرے ماہ میں شاید ممکن نہیں ہے۔ جو خوش نصیب کتاب مبین کے معانی و مطالب سمجھتے ہیں ان کی خوش نصیبی کا پوچھنا ہی کیا ہے مگر جو اس نعمت سے بہرہ ور نہیں ہیں وہ بھی محروم نہیں رہتے۔ ان کا دماغ تو فائدہ کا ذریعہ نہیں بنتا مگر قلب کے ذریعہ سے انوار قرآن ان کی روح تک پہنچ کر اسے منور کر دیتے ہیں۔ مگر یہ دنیا عالم ابتلاء و امتحان ہے یہاں کوئی اختیاری نعمت بغیر ارادے و استعمال اختیار نہیں حاصل ہوتی۔ روزہ بھی اختیاری چیز ہے اور قرآن مجید کے ان صفات حمیدہ سے فائدہ اٹھانا بھی اختیاری ہے اس لیے ضروری ہے کہ رمضان میں ان کے انوار سے منور ہونے کا ارادہ بھی کریں اور اس کے لیے صحیح طریقہ بھی اختیار کریں۔

طریقہ ظاہر ہے ان سب مناسبتوں کا مدار نفس کی خواہش کو روکنے اور انہیں شریعت کا پابند بنانے پہ ہے اس میں جتنا کمال حاصل ہوگا اسی قدر قرآنی انوار و برکات قلب و روح کو زیادہ روشن کریں گے اور زندگی پہ قرآنی رنگ زیادہ چڑھے گا۔

کمال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت نے جو پابندیاں لگائی ہیں ان میں کوئی اضافہ کر لیا جائے۔ یہ چیز تو اگر دینی حکم سمجھ کر کی جائے گی تو داخل بدعت ہو کر مذموم اور معصیت ہو جائے گی۔ اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے سے احتراز کا نام نہ سمجھا جائے بلکہ حق تعالیٰ کی ہر نافرمانی سے احتراز

(باقی ص پر)

عید

حافظ نور محمد انور

عید آئی ساتھ لے کر شادمانی کا پیام
ہو گیا خالق کا بندوں پر بلاشک لطفِ عام

عید کی سچّی خوشی کے مستحق وہ لوگ ہیں!
ذکر جو کرتے رہے، روزوں میں حق کا صبح و شام

جا رہے ہیں مسجدوں میں سر جھکانے کے لئے
مرد و زن، خورد و کلاں، مزدور و منعم، خاص و عام

ملتے ہیں باہم گلے سب آشنا و اقربا
اور کہتے ہیں تہِ دل سے بیک دیگر سلام

مل رہا ہے صائموں کو حق تعالےٰ سے صلہ
اللہ اللہ کتنا اونچا صائموں کا ہے مقام

صد مبارک آج ہو اس حافظِ قرآن کو
جس نے روزوں میں سنایا حق تعالیٰ کا کلام

بیکسوں کو بے سہاروں کو بھی اس دن خاص کر
ساتھ شامل کیجیو اے اہلِ ثروت نیک نام

ان کی امداد و اعانت کے صلے میں روز و شب
رحمتیں نازل کرے گا آپ پر ربِّ انام

آؤ مل کر عہد کر لیں آج کے دن ہم سبھی
خدمتِ دیں میں کریں گے زندگی اپنی تمام

دے رہے ہیں آسمانوں سے ملائک یہ صدا
مانگ لے اپنے خدا سے ہے خدا کا لطفِ عام

رحمتوں کے باب انورؔ کھل گئے ان کے لئے
کی جنہوں نے صدقِ دل سے عزتِ ماہِ صیام

وہ سادگی اور قناعت کا پیکر تھے

تبلیغی دوروں میں کرایہ اور خوراک اپنی استعمال کرتے تھے

میرے والد میری نظر میں ! مولانا عبید اللہ انور صاحب

"وہ آخری عمر تک اپنے ذاتی کام خود کر لیا کرتے تھے - کپڑے بھی اپنے ہاتھوں سے دھوتے تھے - بڑھاپے میں جب فالج اور وجع المفاصل جیسے امراض نے آن لیا اور ملاقاتیوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہنے لگا تو آپ نے مجبوراً کپڑے دھونے کا معمول ترک کر دیا"

جہاز میں آٹھ روز تک کھانا نہیں کھایا۔

ہم نے اپنی والدہ ماجدہ رحمتہ اللہ علیہا سے متعدد دفعہ سنا تھا کہ جب ہم ابھی بچے تھے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ بازار سے سودا سلف خرید کر لایا کرتے تھے - والدہ محترمہ کے بیمار ہونے کی صورت میں اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے سالن تیار کرتے اور بیمار کے خاص کھانے کی تیاری بھی خود ہی فرماتے تھے - ساری زندگی گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ والدہ محترمہ تندرستی کی حالت میں گھر کا تمام کام کاج خود ہی کر لیتی تھیں - اور ہماری بہنیں آپ کا ہاتھ بٹاتی تھیں - جب ہم قدرے بڑے ہو گئے تو سودا سلف کی خرید ہماری ذمہ داری پر چھوڑ دی گئی۔

ہمارے بچپن کے زمانہ میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ مکان کے نچلے حصے سے تیسری منزل تک پانی خود لے جایا کرتے تھے - اور والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ قیام سندھ کے ایام میں حضرتؒ دونوں وقت باہر کنواں سے پانی اٹھا کر لاتے تھے اور کنواں گھر سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ ہفتے میں دو تین دفعہ نماز عصر کے بعد جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے - جو جلانے کے کام آتی تھیں اور اسی طرح طالب علمی کے دنوں میں جب آپ امروٹ شریف اور پیر جھنڈا میں حضرت سندھی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رہتے تھے تو حضرت سندھیؒ کے گھر کے لئے پانی بھرنا ، جنگل سے لکڑیاں لانا ، حضرت سندھیؒ اور اپنے چھوٹے بھائیوں (محمد علی صاحب ، عزیز احمد صاحب اور رشید احمد صاحب) کے کپڑے دھونا آپ کا عام معمول تھا۔

احقر کی اہلیہ اور ان کی والدہ محترمہ نے کمترین سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت باہر کا دروازہ بند کر لیتے اور جمعہ کی صبح کو ہمیشہ اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے - گھر میں چھوٹے بچوں کے کپڑے والدہ مرحومہ دھویا کرتی تھیں اور جوں جوں بچے اپنی عمر کو پہنچتے گئے اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے -

کبر سنی میں جب آپ کو فالج اور وجع المفاصل جیسے موذی امراض نے پریشان کیا اور کثرت مشاغل ، نقاہت اور ملاقاتیوں کے انبوہ آنے لگے تو آپ نے مجبوراً کپڑے دھونے کے معمول کو ترک کر دیا لیکن ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دھوبی کپڑے صاف کر لیتے ہیں مگر پاک نہیں کرتے - ایک نیک دل دھوبی نے آپ کے کپڑے صاف کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا مگر پھر بھی دھوبی کے دھلے ہوئے اور استری کئے ہوئے کپڑے گھر پر پانی میں تین دفعہ ضرور پاک کئے جاتے تھے -

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائے عمر سے سفید کھدر کا لباس زیب تن فرمایا تو زندگی کے آخری دن تک وہی لباس رہا بلکہ اپنے کفن کی چادریں بھی کھدر سے تیار کروائیں - حج اور عمرہ سے واپس تشریف لائے تو احرام کی چادروں کا کفن سلا کر رکھ لیا اور ان پر اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا کرتے تھے:-

"یہ احمد علی کا کفن ہے -"

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو ۱۳ دفعہ حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی اور زندگی کے آخری دنوں میں مع اہل وعیال سفر حجاز پر تشریف لے جایا کرتے تھے - آپ نے ساری زندگی حتی الامکان اس بات کی پوری احتیاط فرمائی ہے کہ بے نماز کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا نہ کھایا جائے - اس سلسلے میں بے شمار واقعات موجود ہیں جن سے آپ کی اس عادتِ مبارکہ کی تائید ہوتی ہے مگر اس جگہ صرف ایک دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے -

۱۹۴۶ء میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ مع اہل وعیال بحری جہاز پر حج کے لئے تشریف لے گئے - جہاز میں کھانا پکانے والا عملہ بے نماز تھا - حضرت ہر روز پون گھنٹہ درس قرآن دیا کرتے تھے - جہاز میں سندھی حجاج کرام بھی تھے ان کی استدعا پر آپ سندھی میں بھی تقریر فرمایا کرتے تھے - اکثر و بیشتر آپ فارسی زبان میں بھی مسائل بیان کرتے ہوتے تھے کیونکہ افغانستان کے لوگ بھی آپ کے ہمسفر تھے - علاوہ ازیں آپ اپنے اوراد و وظائف میں مستغرق رہتے تھے - آپ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہو گی کہ حضرت نے جہاز میں آٹھ دن تک کھانا نہیں کھایا - آپ کھانا پکانے والوں کو نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے رہے اور وہ نماز پڑھنے کا وعدہ کرتے رہے - مگر آخری دن تک انہوں نے نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی حضرت نے ان کا پکا ہوا کھانا کھایا - جب یہ جہاز جدہ شریف میں پہنچا تو حضرتؒ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے - ساحل پر اترتے ہی آپ نے ایک بھنی ہوئی مچھلی کھائی جس کے نتیجے میں آپ کو پیچش کا عارضہ لاحق ہو گیا اور تقریباً ایک ماہ تک آپ اس تکلیف میں مبتلا رہے لیکن حضرت اس بات پر خوش تھے کہ ہم اس سفر میں کچھ حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں کھونے کے لئے نہیں آئے ہیں - الحمد اللہ ! بے نمازوں کا پکا ہوا کھانا کھانے سے دل سیاہ ہونے سے بچ گیا اور عبادت الٰہی میں خشوع و خضوع بھی محفوظ رہا -

جب کبھی حضرت تبلیغی دورہ پر تشریف لے جاتے تھے تو دعوت دینے والے سے مشروط وعدہ فرماتے تھے "خدا تعالیٰ نے توفیق دی - کرایہ ہوا تو آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا -" قابل ذکر بات یہ ہے کہ دوسروں سے کرایہ نہیں لیتے تھے - بعض خاندانوں سے آپ کے تعلقات برسوں سے چلے آتے تھے اور آپ ان کی دعوت پر ان کے ہاں متعدد دفعہ تشریف بھی لے جا چکے تھے مگر ان کے گھر کا پانی تک بھی نہیں پیتے تھے -

چنانچہ ایک دفعہ نواب محمد حیات خاں صاحب قریشی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے - اس سے پہلے بھی آپ کے پاس آتے جاتے تھے - اس دفعہ انہوں نے عرض کیا کہ آپ پانچ چھ دن تک ہمارے ہاں قیام فرمائیں کیونکہ ہمارا علاقہ دینی لحاظ سے بہت ہی پسماندہ ہے - حضرتؒ نے فرمایا میں جانے کے لئے تیار ہوں - لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ کو آمد و رفت کے کرایہ اور کھانا کھانے پر مجبور نہ کیا جائے - نواب صاحب نے جواب دیا کہ حضور! آپ فکر نہ کریں - ہم گنہگار آپ کے کھانے کا انتظام اپنے گھر پر نہیں کریں گے بلکہ کسی پابند صوم وصلوٰۃ آدمی کے گھر کروا دیں گے - لیکن حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں میں خود ہی بندوبست کر لوں گا - ان دنوں حضرت صاحب سفر میں اپنے ہمراہ چمڑے کا ایک مصلیٰ اور ایک بہادرپوری کوزہ رکھا کرتے تھے - باقی کوئی دوسرا سامان آپ کے پاس نہیں ہوتا تھا - اس سفر پر آپ نے چنے بھنوائے اور مصلے کے اندر باندھ لئے اور نواب صاحب کے ہاں تشریف لے گئے - دن بھر درس و تدریس اور اللہ اللہ کرنے کرانے میں گذرتا - رات کو آپ چنے چبا لیتے اور پانی پی لیتے - آپ نے وہاں کے قیام میں چنوں پر ہی گذارا کیا - حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دنیا دار کے غرور کی گردن کو کاٹنے کے لئے میں نے استغنا سے تیز دھار آلہ نہیں دیکھا - اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں

دنیا داروں کے تحفے تحائف لینا اور مرغ پلاؤ کھاتا تو شیطان ان کو سکھاتا کہ حضرت صاحب خاطر مدارت بھی کروا گئے۔ کرایہ کے نام پر پیسے بھی لے گئے اور ہمیں وعظ بھی سنا گئے۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد! اس طرح میرے یہ سارے اوقات رائیگاں جاتے۔ نہ ان کی آخرت سنورتی اور نہ ہی میں عنداللہ ماجور ہوتا۔"

المختصر! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریق تبلیغ ہر جگہ کامیاب رہا۔ اور آپ کے ایک دفعہ تشریف لے جانے سے اصلاح حال کا کام شروع ہو جاتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے لاہوریو۔! اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن سنانے کے لئے مجھ کو دہلی سے ہتھکڑی لگوا کر یہاں بھجوا دیا ہے۔ کوئی دہلی والا یا افغان نہیں بھیجا ہے۔ میں پنجابی ہوں۔ آپ کی فطرت اور عادات و اطوار کو خوب جانتا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ مجھ سے اصلاح کا کام لے رہا ہے۔

آپ تمام زندگی نماز تہجد کی پابندی فرماتے رہے۔ اکثر آٹھ رکعت نماز پڑھی جاتی اور بعد ازاں حفظ کردہ آیات قدرے بالجہر پڑھی جاتیں۔ باجماعت نماز پڑھنے کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی اور اکثر اقامت سے پہلے صفِ اوّل میں تشریف لے آتے تھے اور جلدی جلدی اپنی جگہ پر پہنچ جاتے تھے۔ منشی سلطان صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جناب مولا بخش سومرو وزیر اعلیٰ سندھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے رستے میں چلتے چلتے ان سے بات چیت کی کیونکہ جماعت کا وقت ہو رہا تھا۔ رانا منشیر جنگ جیسے معزز خدام آتے لیکن نماز کی پابندی میں ہرگز فرق نہ آتا تھا۔

نمازِ فجر کے بعد اپنے خاص حجرے میں تشریف لے جاتے تھے۔ تفسیر خازن یا دیگر ضروری عبارات پر نظر ڈالتے تھے۔ کچھ مخصوص خدام ساتھ اندر چلے جاتے تھے۔ آخری عمر میں اگر اس وقت آرام فرماتے تو خدام میں سے اپنی گھڑی کسی کے حوالے کر دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ منٹ آرام فرماتے۔ اور پھر تازہ وضو فرما کر سیدھے درس گاہ کی مسند پر تشریف لے جاتے تھے۔ قرآن مجید کا ایک رکوع تلاوت فرماتے۔ سلیس ترجمہ کرتے اور پھر نزول آیات کے ماحول کے پیش نظر سابقہ مفسرین کی تشریح و توضیح کی روشنی میں بیان فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد مبارک میں ان آیات کا یہ مطلب سمجھا گیا ہے۔ بعد ازاں الاعتبار دالتاویل کے طور پر ان آیات کی زمانہ حاضرہ کے حالات پر تطبیق فرماتے تھے۔ (بشکریہ کوہستان)

بقیہ:- روشنی کا مینار

کر دینے کا فیصلہ کیا لیکن طے یہ کیا کہ انہیں سندھ کے علاقہ میں نہ جانے دیا جائے بلکہ لاہور میں رہنے کا پابند بنایا جائے۔ اس پابندی کے لئے دو ضامنوں کی ضرورت تھی۔ لاہور میں حضرت احمد علیؒ کا کوئی واقف کار نہ تھا جو ضمانت دیتا۔ معاً انہیں اپنے ایک عزیز قاضی ضیاء الدین مرحوم ایم۔ اے یاد آئے جو ان دنوں گوجرانوالہ کے اسلامیہ ہائی سکول میں تعینات تھے۔ وہ فوراً ضمانت دینے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان کی اور ملک لال خاں کی ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ لاہور میں قیام کے فوراً بعد نماز جمعہ مسجد چینیاں والی میں سید عبدالواحد غزنویؒ کے پیچھے ادا کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں جناب سید عبدالواحد غزنویؒ نے فرمایا کہ حضرت احمد علیؒ خود نماز جمعہ پڑھایا کریں۔ چنانچہ مسجد لائن سبحان خاں میں نماز پڑھانے لگے اور ساتھ ہی کٹڑہ مستری اللہ دتہ میں درس قرآن مجید شروع کر دیا۔ بعد ازاں سرکاری احتساب کم ہوا تو مسجد لائن سبحان خاں ہی میں درس دیتے تھے۔

لاہور میں دور کے سال ہی میں حج کے لئے درخواست دی۔ پاسپورٹ بنتے ہی سفر حج پر روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا احمد علیؒ نے اس حج کے بعد ۱۳ مزید حج کئے۔

حضرت احمد علیؒ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وطن لوٹے تو تحریک خلافت شروع تھی اسی دوران میں ہجرت کی تحریک شروع ہوئی۔ حضرت مولانا احمد علیؒ مہاجرین کے ایک قافلہ کے امیر مقرر ہوئے اور پشاور سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ جہاں حضرت عبیداللہ سندھی سے ملاقات ہوئی۔ اس کے چند دن بعد حکومت افغانستان اور حکومت برطانیہ کے تحت ایک معاہدہ طے پایا کہ تمام مہاجرین کو واپس ہندوستان بھیج دیا جائے۔ حضرت عبیداللہ سندھیؒ کے اصرار پر مولانا احمد علیؒ بھی واپسی پر رضامند ہو گئے۔ آپ ۱۹۲۰ء میں لاہور پہنچ گئے

۱۹۲۲ء میں اشاعت قرآن حکیم اور اشاعت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انجمن خدام الدین قائم ہوئی اور مولانا احمد علیؒ کو متفقہ طور پر اس کا امیر منتخب کر لیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا گیا۔ ۱۹۴۵ء میں انجمن نے طالبات کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا اور پھر ۱۹۵۵ء میں ہفتہ وار "خدام الدین" کا اجراء کیا۔

۱۹۲۵ء میں حضرت مولانا احمد علیؒ نے بعض معتقدین کی درخواست پر درس قرآن کریم کو ضبط تحریر میں لا کر طبع کرانے کا فیصلہ کیا۔ تفسیر لکھنے کے لئے آپ واہ تشریف لے گئے۔ اور ایک پُرسکون جگہ پر کام شروع کیا۔ یہ مترجم و محشی قرآن حکیم ۱۹۲۷ء میں طبع ہوا۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو حضرت مولانا احمد علیؒ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ جو دن بدن گرتی گئی۔ ۱۷ رمضان المبارک کو علیل و نحیف ہونے کے باوجود گھر سے پیدل مسجد تشریف لے گئے۔ دوپہر کے قریب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور اسی رات ساڑھے نو بجے کے قریب خالقِ حقیقی سے جا ملے اور یوں یہ شمع تقریباً نصف صدی تک لاہور میں ضوپاشی کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ (بشکریہ کوہستان)

مولانا نے فرمایا

— قرآن مجید کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو عبادت سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو۔

— جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے وہ آخرت کے لحاظ سے نیٹ اندھے ہیں۔

— ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا۔ نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔

— میں تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ لیکن جدید تعلیم خدارسیدہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ڈگریاں روٹی کمانے کا ذریعہ ضرور ہیں۔ ذریعہ نجات نہیں ہیں۔ تعلیم جدید قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔

— اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو تھوڑا رزق بھی بہت بن جایا کرتا ہے۔ اگر برکت نہ ہو تو رزق کی بہتات ہوتے ہوئے بھی ہائے ہائے نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔

— طبیعتوں پر قابو رکھو۔ صبر اور صبر کی عادت ڈالو۔ خدا کو یاد رکھو۔ یہ دنیا فانی ہے اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کما کر کھاؤ۔ فقط سؤر اور کتے ہی حرام نہیں ہوتے بلکہ دودھ، گوشت اور نمک بھی حرام ہو سکتا ہے۔

— کان کھول کر سن لو۔ اسلامی تعلیم ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ نماز، اذان اور مسجد سے ربط پیدا کرو۔ جو اللہ کے گھر میں آئے گا وہ خالی نہ جائے گا۔ جو نہیں آتا اس کو بلا کر بھی نہیں دیا جاتا۔

— بعض آدمیوں کو بولنے کی مشق ہوتی ہے حالانکہ وہ کتاب و سنت کے عالم نہیں ہوتے وہ پکی روٹی پڑھ کر ایسا وعظ کرتے ہیں کہ اکثر عالم بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کھوٹے عالم ہیں ان کے پیش نظر روپیہ کمانا ہوتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت مقصود نہیں اس لئے بعض کھوٹے پیر محض روپیہ کمانے کے لئے مریدوں کے ہاں جاتے ہیں۔

— اہل اللہ دنیا میں رہتے ہیں مگر دنیا سے تعلق نہیں ہوتا۔ تعلق باللہ کامل ہوتا ہے۔ خدا کے سوا ہر چیز سے نگاہ اٹھا لیتے ہیں۔ رگ رگ میں یادِ خدا ہوتی ہے۔

— موتی ملیں گے ارزاں مگر اللہ والے ملیں گے گراں موتی تو کافروں کے گھروں میں بھی ہوتے تھے۔ لاہور میں اگر ایک لاکھ میں ایک بھی اللہ والا ہوتا تو چودہ لاکھ کی آبادی میں کم از کم چودہ تو ہوتے۔ اگر چودہ اللہ والے لاہور میں ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا۔ یہاں نہ شرک رہتا نہ بدعت ہوتی۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی ہوتی۔

روشنی کے اس مینار سے ایک زمانہ فیضیاب ہوا

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی صحبت نے ان کی شخصیت کو کندن بنا دیا

تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے

شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی زندگی سراپا جہاد تھی۔ والد گرامی نے دین کا خادم بنا کر مولانا عبیداللہؒ سندھی کے سپرد کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ فرزندِ ارجمند باپ کی آرزو کی عملی تفسیر بن گیا۔ مولانا احمد علی کی ذات میں گھر کے ماحول نے جو شمع روشن کی تھی۔ مولانا عبیداللہ سندھی کی صحبت نے اسے چار چاند لگا دیئے اور پھر روشنی کے اس مینار سے زمانہ ایک مدت تک فیض یاب ہوتا رہا۔ آج کی اشاعت میں اس بزرگ ہستی کی برسی کے موقعہ پر نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

"ریشمی رومال" کی خفیہ تحریک کا بھید کھل چکا تھا۔ ملک کے طول و عرض میں ہنگامہ دار و گیر برپا تھا۔ ایک دن سپرنٹنڈنٹ پولیس نے دہلی میں حضرت مولانا عبیداللہؒ سندھی کے جاری کردہ نظارۃ المعارف القرآنیہ پر چھاپہ مارا اور شیخ التفسیر کو درسِ قران کے دوران گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں پہلے شملہ میں اور پھر جالندھر میں محبوس رکھا گیا۔ بعد ازاں انہیں قید سے تو رہائی مل گئی مگر راہوں میں نظر بند کر دیئے گئے۔ آخر کار انہیں بعض شرائط کے ساتھ لاہور میں پابند کر کے آزاد کر دینے کا فیصلہ لایا گیا۔

یہ ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے۔ شیخ التفسیر خفیہ پولیس کی نگرانی میں لاہور لائے گئے اور انہیں دو ضامن پیش کرنے کو کہا گیا۔ لیکن اس وقت عالم یہ تھا کہ عروس البلاد لاہور میں اس گرفتار بلا کی ضمانت دینے والا بھی کوئی نہ تھا۔ اور پھر جب تقریباً ۴۵ برس بعد شیخ التفسیر اس شہر لاہور سے عالم جاوداں کو روانہ ہوئے تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ دیدہ و دل فرش راہ کر رہے تھے یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مرحوم و مغفور نے دعوت حق کا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔

★

۲ر رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ میں ضلع گوجرانوالہ کے قصبہ جلال میں شیخ حبیب اللہ صاحب کے گھر پہلا بچہ تولّد ہوا جس کا نام احمد علی رکھا گیا۔ شیخ حبیب اللہ صاحب نے نومولود کو کتاب و سنت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اپنی والدہ محترمہ سے قران حکیم کی تحصیل کی۔ حضرت احمد علی کے دادا کو قبولیت اسلام کی توفیق ارزانی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم کبھی کبھی جوشِ محبت میں نو عمر پوتے کو گھر لے جاتے اور کانوں میں سونے کے چھلّے پہنا دیتے لیکن جب گھر آتے تو والد محترم انہیں اتار کر پھینک دیتے اور آخر جب اعزا و اقرباء محض قبول اسلام کی وجہ سے درپے آزاد ہو گئے تو شیخ حبیب اللہ نواحی باہو چک میں منتقل ہو گئے۔ حضرت احمد علی کو تلونڈی کھجور والی کے مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ جہاں سے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں انہیں عبدالحق خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ کے حلقہ درس میں داخل کر دیا۔ جہاں آپ نے فارسی نصاب سے دینی تعلیم کی ابتدا کی۔

حضرت گوجرانوالہ میں زیر تعلیم تھے کہ حضرت عبیداللہ سندھیؒ دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر سندھ جاتے ہوئے اپنے عزیزوں سے ملنے کے لیے پنجاب تشریف لائے حضرت سندھی شیخ حبیب اللہ صاحب کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اس رشتے سے گہرا اور مضبوط رشتہ اسلام کا تھا۔ حضرت عبیداللہ سندھی اپنے اس عزیز سے ملنے کے لیے باہو چک گئے۔ شیخ حبیب اللہ صاحب نے اپنے نو سالہ فرزند احمد علی کو ان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ اس برخوردار کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عبیداللہ سندھی نے بڑی خوشی کے ساتھ انہیں اپنی شاگردی میں لے لیا۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی لاہور سے روانہ ہوئے تو خان پور اترے جہاں سے دو میل کے فاصلہ پر موضع دین پور شریف میں ان کے خضر طریقت حضرت مولانا غلام محمد رہائش پذیر تھے۔ حضرت عبیداللہ سندھی نے نوعمر احمد علی کو بعیت کے لیے حضور میں پیش کیا۔ یہ پیش کش قبول ہوئی۔ بعد فراغت حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو امروٹ شریف اور پھر گوٹھ پیر جھنڈا لے گئے اور تعلیم دینے لگے۔ ان کے ہم درسوں میں پیر میاں ضیاء الدین صاحب، پیر میاں احسان اللہ شاہ صاحب، میاں مہدی شاہ صاحب، مولانا عبدالستار بلوچ مولانا عبداللہ انصاری اور مولانا اکرام شاہ صاحب کے نام نامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۳۲۷ھ میں درس نظامی کی تکمیل کر لی۔

معلمی اور شادی

حضرت مولانا احمد علی کو تحصیل علم کے بعد مدرسہ دارالارشاد میں معلمی کی خدمت سپرد ہوئی یہ مدرسہ حضرت عبیداللہ سندھی نے گوٹھ پیر جھنڈا میں جاری کیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد حضرت مولانا سندھی نے حضرت احمد علی کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا شادی کے ایک سال بعد اللہ تعالےٰ نے پہلا بچہ عطا کیا۔ جس کا نام حسن رکھا گیا۔ ولادت کے صرف سات دن بعد انتقال کر گیا اور اس سے اگلے دن بچے کی والدہ بھی انتقال کر گئیں۔

۱۹۰۹ء میں مولانا سندھی دوبارہ دیوبند تشریف لے گئے۔ اور جاتے ہوئے مدرسہ دارالارشاد کی نظامت حضرت احمد علی کے سپرد کر گئے۔ انہوں نے اپنے دو شاگردوں مولانا عبداللہ لغاری اور مولانا محمد صالح کو معاونت پر مامور کیا۔ بعد ازاں بعض مصالح کی بنا پر حضرت احمد علی نے مدرسہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا سندھی کے فرمان پر نواب شاہ کے قریب مولانا سندھی ہی کے جاری کردہ مدرسہ میں درس دینے لگے

حضرت عبیداللہ سندھی کے ایک ہم سبق مولانا ابو محمد احمد صاحب نے حضرت مولانا احمد علی کے ساتھ اپنی بیٹی کے رشتے کی تحریک کی۔ جسے حضرت سندھی نے قبول کر لیا۔ اور مولانا احمد علی صاحب کو نواب شاہ سے دیوبند طلب کیا اور محرم ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہند محمود الحسن صاحبؒ نے نکاح پڑھوایا شادی کے بعد حضرت احمد علی واپس نواب شاہ چلے گئے۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے دیوبند پہنچ کر فضلائے دیوبند کی عالمگیر تنظیم جمیعۃ الانصار کی بنیاد ڈالی۔ اسی اثنا میں طے ہوا کہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل گریجویٹ طلباء کو قران حکیم کی انقلابی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے ایک خاص شعبہ قائم کیا جائے۔ یہ شعبہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے دہلی میں قائم ہوا۔ اس میں پانچ گریجویٹیوں کے ساتھ مستند علماء کو داخل کیا گیا۔ حضرت سندھیؒ نے احمد علیؒ کو نواب شاہ سے دہلی طلب کر لیا۔ اس مدرسہ کی پہلی جماعت میں حضرت احمدؒ علی بھی شامل تھے۔

اسی زمانہ میں حضرت احمد علی نے حضرت عبیداللہ سندھی سے درخواست کی۔ کہ وہ درس کے وقت اپنی تقریر ضبط تحریر میں لانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے اجازت دے دی یہ نوٹس حضرت احمد علی نے حرزِ جان بنا کر رکھے اور انہیں اپنا سب سے بڑا سرمایہ قرار دیتے تھے۔

حضرت سندھیؒ کا درس ابھی تیرھویں سیپارے تک پہنچا تھا کہ سیاسی حالات کی وجہ سے حضرت سندھی کو کابل کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ وہ نظارۃ کے تمام انتظامات حضرت احمد علی کے سپرد کر کے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد دو سال تک مولانا احمد علی یہ فرائض انجام دیتے رہے۔

اسی دوران میں علمائے دیوبند کی خفیہ تجویز کا راز منکشف ہو گیا اور پورے ہندوستان میں پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ ایک دن حضرت مولانا احمد علی نظارۃ المعارف القرآنیہ میں درس قران مجید دے رہے تھے کہ گرفتار کر لیے گئے مدرسہ حکماً بند کر دیا گیا گھر کی تلاشی ہوئی۔ اور تمام سامان بمعہ سندات ضبط ہو گیا۔ کچھ دنوں دہلی میں نظر بند رہے پھر ایک جیل خانے میں ڈال دیئے گئے چند دن بعد انہیں شملہ جیل میں منتقل کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ انہیں شملہ سے جالندھر لا کر ریلوے سٹیشن کی حوالات میں نظر بند کر دیا گیا۔ ۲۵ دن بعد شہر کی جیل میں منتقل کر دیئے گئے۔ اس قید خانے سے رہائی ملی تو راہوں (جالندھر) میں نظر بند کر دیئے گئے۔

کچھ دنوں بعد حکومت نے حضرت احمد علی کو رہا

باقی صفحہ (ب) پر

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ مارچ ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

— سورۃ الانفال —

میرے دوستو! اور میرے بزرگو! آج بھی سورہ الانفال ہی کی پہلی چار آیتوں پر درس ہوگا۔ سورہ الانفال کی پہلی آیت میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ٥ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی کرو۔ اگر تم ایماندار ہو۔ اب ایماندار کسے کہتے ہیں؟ ان کی علامتیں بیان فرمائیں۔ اور یہ ان علامتوں میں سے سب سے اونچی، اور جامع علامت قرآن مجید نے اس دوسری آیت میں، اور تیسری میں بیان فرما کر چوتھی میں پھر اس کا نتیجہ نکالا۔

ارشاد فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بے شک ایمان والے تو وہی لوگ ہیں۔ اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے یعنی دعوے کے طور پر تو سبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اور دوسری صورتوں میں صاف آچکا ہے کہ منافق بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم ایمان لائے، قَالُوْٓا اٰمَنَّا لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں تھے۔ قرآن ہی نے فرمایا وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ٥ اب مومن کون ہیں صحیح طور پر، اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے۔ جیسے کہ میں پچھلے درس میں عرض کر چکا ہوں کہ صحیح مومن، پکے ایمان والے، جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا ہے ان کی نشانیاں کیا ہیں۔

پہلی نشانی قرآن مجید نے یہ ارشاد فرمائی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بے شک ایمان والے وہی لوگ ہیں، یقین والے وہی لوگ ہیں اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ جونہی اللہ کا نام لیا جائے، وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ان کے دل ڈر جائیں۔ جب اللہ کا نام لیا جائے، کہ اللہ یوں فرماتے ہیں۔ تو یہ سن کر کہ اللہ جو کچھ فرما رہے ہیں اس کا مجھے انکار نہیں کرنا چاہیئے، اللہ کا نام سنتے ہیں ان کے دل میں خشیت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی ان کے دل میں عظمتِ الٰہی پیدا ہو جائے۔ اور وہ عمل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ جونہی اللہ کا ذکر کیا جائے ذکر سے مراد یہ بھی ہے جو صوفیائے کرام کراتے ہیں۔ اللہ کا ذکر یہ بھی ہے اور ویسے بھی ہے کہ جونہی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ان کے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا ہو جائے۔ یہ ہے مومن کی نشانی، کہ اس کا دل لرز جائے۔ رب العالمین کی ہیبت اور عظمت کو سن کر، اللہ کے نام کو سن کر۔

جب دل اس بات کو قبول کرے گا، میرے بزرگو! جب دل یہ تربیت حاصل کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی اس پر خشیت اور ہیبت طاری ہو جائے تو پھر ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتے ہوئے دل میں قوتِ ایمانی بڑھے گی، نہ کہ گھٹے گی۔ اس لئے دوسری علامت بیان فرمائی وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جائیں تو اللہ تعالیٰ کی باتوں میں میرے بزرگو! کیا ہوتا ہے؟ یا امر ہے یا نہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یا دنیا میں جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، وہ دو ہی باتیں لے کر آئے، کچھ کاموں کا حکم دیا، اور کچھ کاموں سے روکا۔ تو یہ جو قصے، مثالیں اور باقی جو چیزیں قرآن مجید میں یا پہلے الہاموں میں آئی ہیں۔ یہ ساری کی ساری ان کے لئے بطور تائید کے ہیں بطور شہادت کے ہیں۔ جو مقصد ہے۔ یعنی جو کچھ بتاتا ہے، وہ امر ہے یا نہی ہے۔ حکم فرمایا کہ میری باتوں کو مانو اور میری نافرمانی نہ کرو۔ اب جن لوگوں نے باتوں کو مانا، ان کے قصے بھی بیان فرما دیئے۔ تاریخی شہادتیں بیان فرما دیں، جن لوگوں نے اللہ کی باتوں کو نہیں مانا وہ کس طرح پسے۔ ان کو بھی بیان فرما دیا۔ پھر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے امثال بیان فرما دیں۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ جب اللہ کا نام لیا جائے، تو ان کے دل ڈر جائیں۔ اور دل میں خوف پیدا ہونے کے بعد یہ سکت ہی نہ رہے کہ جو کچھ اب آگے بات آنے والی ہے، میں اس کی مخالفت کر سکوں گا۔ یا اس میں کسی قسم کی تنقیدیں، تنقیحیں نکال سکوں گا۔ بلکہ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں پڑھی جاتی ہیں۔ جن میں امر ہوتا ہے۔ نہی ہوتی ہے، کسی بات کا حکم ہوتا ہے، کسی بات سے روکا جاتا ہے۔ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا یہ آیتیں ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں، جو یقین دل میں موجود تھا وہ اور بڑھ جاتا ہے، اور یقین بڑھتے بڑھتے وہ عمل کی طرف فوراً قدم اٹھا لیتے ہیں، یعنی وہ یہ نہیں سوچتے کہ اب اللہ کی بات ان کے سامنے پڑھی گئی ہے۔ مجھے خود بھی کچھ سوچنا چاہیئے، ریسرچ کرنی چاہیئے کہ یہ بات کیسی ہے۔؟ (اللہ مجھے اور آپ کو ایسی عادتوں سے بچائے)

آجکل جو ہم میں یہ بیماریاں ہیں میرے بزرگو! جب اللہ کی بات آگئی اس پر اب ہم نے کیا کہنا ہے؟ قرآن مجید آپ سارا پڑھ لیں، جہاں کہیں اللہ نے تشریحی احکام بیان فرمائے ہیں، کسی بات کا حکم دیا ہے، کسی بات سے روکا ہے تو ساتھ ہی فرمایا وَکَانَ اللّٰہُ حَکِیْمًا عَلِیْمًا۔ جہاں حکم دیا کسی بات کا، یا کسی بات سے روکا، تو وہاں ساتھ ساتھ یہ جملہ زیادہ ارشاد فرمایا۔

اے میرے بندو! تمہارے علم سے میرا علم زیادہ تمہاری حکمت اور دانش سے میری حکمت اور دانش زیادہ، اسی لئے میرے حکم کے مقابلے میں، نہ میرے حکم کو، اپنے علم سے ناپو، نہ اپنی دانش سے میرے حکم کو ناپو، بلکہ تمہارا کام کیا ہے۔؟ جو کچھ میں کہتا ہوں اس کی پیروی کرو

تو مومن کی نشانی کیا فرمائی؟ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ جب اس پر اللہ کی باتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں حکم ہوتا ہے، امر ہوتا ہے، یا نہی ہوتی ہے۔ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ جن آیتوں کی تلاوت، یا آیتوں کا استماع، جب قرآن کو وہ سن لیتے ہیں، تو ان کے قدم فوراً عمل کی طرف اُٹھ پڑتے ہیں۔ پھر وہ خواہش کرتے ہیں کہ جو میرے رب نے فرمایا مجھے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ صحابۂ کرام کی زندگیاں میرے بزرگو! ہمارے سامنے ہیں۔ دیکھ لیجئے اکثر آپ میں سے پڑھے لکھے دوست ہیں کہ صحابۂ کرام نے جو باتیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنیں فوراً عمل کیا ان پر، یہ نہیں پوچھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یہ بات ایسے کیوں نہیں؟ اور یہ بات ایسے کیوں ہے؟ بلکہ وہ تو حریص ہیں اللہ تعالیٰ کے دین پر زیادہ سے زیادہ قدم اٹھانے کے لئے۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ ترمذی حدیث کی کتاب ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے جو مفسر القرآن تھے دربار نبوت میں عرض کیا میرا جی چاہتا ہے میں جناب پر درود زیادہ پڑھوں۔ فرمایا جس قدر تو چاہے عرض کیا حضور دن کا چوتھائی حصہ فرمایا اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا آدھا دن فرمایا اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے تیرے لئے، عرض کیا دن کا دو تہائی حصہ، فرمایا اس سے زیادہ کرے تو بہتر ہے تیرے لئے صحابی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عرض کیا حضرت سارا دن آپ پر درود شریف پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا پھر کیا چاہتا ہے اِذاً یکفی ھمک ویکفرلک ذنبک یعنی جب تو سارا دن درود شریف جیسی عبادت میں بسر کر دے گا تو تیری ضروریات کے لئے اللہ تعالیٰ خود اسباب مہیا فرما دیں گے۔ یہ دنیاوی برکات درود شریف کی ہیں اور تیرے گناہ مٹا دیئے جائیں گے کہ تو قیامت کے دن سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوگا یہ قیامت کا فائدہ ہوا (باقی آئندہ)

بقیہ: قرآن اور تعارف رمضان

کا نام صوم اور روزہ ہے۔ ذہن و دماغ قلب وجوارح آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پیر سب کو معصیت و گناہ سے محفوظ رکھا جائے۔ مثلاً غیبت، بہتان، جھوٹ، فحش کلامی، بدنظری، سینما بینی حرام خوری ظلم و تعد فحش کتابوں، ﴿ ناولوں وغیرہ کا مطالعہ، گانا سننا وغیرہ، ہر قسم کے گناہوں سے احتراز و احتیاط کو لازم سمجھا جائے۔ اگر [illegible] تلاوت قرآن شریف اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کا مشغلہ بھی رہے تو انشاء اللہ نور علیٰ نور [illegible] ہے گا۔

مولانا مفتی محمد شفیع، کراچی

ایک زندۂ جاوید معجزہ

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات صرف ان کی حیات تک معجزہ ہوتے لیکن قرآن کا معجزہ بعد وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح معجزہ کی حیثیت میں باقی ہے۔ آج بھی ایک ادنیٰ مسلمان ساری دنیا کے اہل علم و دانش کو للکار کر دعوے کر سکتا ہے کہ اس کی مثال نہ کوئی پہلے لا سکا نہ آج لا سکتا ہے اور جس کو ہمت ہو پیش کرکے دکھلائے۔

شیخ جلال الدین سیوطی مفسر "جلالین" نے اپنی کتاب "خصائص کبریٰ" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزوں کے متعلق بحوالہ احادیث لکھا ہے۔ کہ قیامت تک باقی ہیں۔ ایک قرآن کا معجزہ، دوسرے یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایام حج میں تینوں جمرات پر لاکھوں آدمی تین روز تک مسلسل کنکریاں پھینکتے ہیں۔ پھر کوئی ان کنکریوں کے ڈھیر کو یہاں سے اٹھاتا بھی نظر نہیں آتا اور ایک مرتبہ پھینکی ہوئی کنکری کو دوبارہ استعمال کرنا بھی ممنوع ہے اس لئے ہر حاجی اپنے لئے مزدلفہ سے کنکریاں نئی لے کر آتا ہے۔ اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ جمرات کے گرد ایک ہی سال میں ٹیلہ لگ جاتا جس میں جمرات چھپ جاتے اور چند سال میں تو پہاڑ ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے کہ جس جس شخص کا حج قبول ہوا اس کی کنکریاں اٹھا لی جائیں۔ تو اب اس جگہ صرف ان کم نصیبوں کی کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوا۔ اس لئے اس جگہ پڑی ہوئی کنکریاں بہت کم نظر آتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پہاڑ کھڑا ہو گیا ہوتا ــــ یہ روایت "سنن بیہقی" میں موجود ہے۔

یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی تصدیق ہر سال اور ہر زمانہ میں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ حج میں لاکھوں آدمی ہر سال جمع ہوتے ہیں اور ہر شخص ہر جمرہ پر ہر روز سات سات کنکریاں پھینکتا ہے اور بعض جاہل تو بڑے بڑے پتھر پھینکتے ہیں۔ اور یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کنکریوں کو یہاں سے اٹھانے اور صاف کرنے کا حکومت یا کوئی جماعت بھی روزانہ انتظام نہیں کرتی نہ اٹھائی جاتی ہیں اور جیسا قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ اس جگہ سے کنکریاں اٹھائی ہی نہیں جاتیں تو اگلے سال اس کا دوگنا اور تیسرے سال تگنا ہو جائے گا۔ پھر کیا شبہ ہے کہ چند سال میں یہ حصہ زمین مع جمرات کے ان کنکریوں میں چھپ جائے گا۔ اور بجائے جمرات کے ایک پہاڑ کھڑا نظر آتے۔ مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور یہ مشاہدہ ہر زمانہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی تصدیق اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح معجزہ قرآن ایک زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس کی مثال یا نظیر پیش نہیں کی جا سکی آج بھی نہیں کی جا سکتی۔

اعجازِ قرآنی کی تشریح

اس اجمالی بیان کے بعد آپ کو یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآن کریم کو کس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دیا گیا اور اس کا اعجاز کن کن وجوہ سے ہے اور کیوں ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہو گئی۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں قرآن کے زبردست تحدی (چیلنج) کے باوجود کوئی اس کی مثال یا اس کے کسی ٹکڑے کی مثال پیش نہیں کر سکا یہ تاریخی حیثیت سے کیا وزن رکھتا ہے۔ یہ دونوں باتیں طویل الذیل اور تفصیل کی طالب ہیں۔

وجوہ اعجاز قرآنی

پہلی بات کہ قرآن کو معجزہ کیوں کہا گیا اور وہ کیا وجوہ ہیں جن کے سبب ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس پر قدیم و جدید علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور ہر مفسر نے اپنے اپنے طرز میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ چند ضروری چیزیں عرض کرتا ہوں۔

اس جگہ سب سے پہلے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ یہ عجیب و غریب کل علوم کی جامع کتاب کس جگہ، کس ماحول میں اور کس پر نازل ہوئی۔ اور کیا وہاں کچھ ایسے علمی سامان موجود تھے جس کے ذریعہ دائرہ اسباب میں ایسی جامع بے نظیر کتاب تیار ہو سکے جو علوم اولین و آخرین کی جامع اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بہترین ہدایت پیش کر سکے جس میں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کا مکمل نظام ہو اور تدبیر منزل سے لے کر سیاست ممالک تک ہر نظام کے بہترین اصول ہوں۔

جس سرزمین اور جس ذات پر یہ کتاب مقدس نازل ہوئی اس کی جغرافیائی کیفیت اور تاریخی حالت معلوم کرنے کے لئے آپ کو ایک ایسے ریگستانی خشک اور گرم علاقہ سے سابقہ پڑے گا۔ جس کو "بطحاء" مکہ کہتے ہیں اور جو نہ زرعی ملک ہے نہ صنعتی، نہ اس ملک کی آب و ہوا ہی کچھ ایسی خوشگوار ہے جس کے لئے باہر کے آدمی وہاں پہنچنے کی رغبت کریں نہ راستے ہی کچھ ہموار ہیں جن سے وہاں تک پہنچنا آسان ہو۔ اکثر دنیا سے کٹا ہوا ایک جزیرہ نما ہے جہاں خشک پہاڑوں اور گرم ریگ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور دور تک نہ کوئی بستی نظر آتی ہے نہ کوئی کھیت یا درخت۔ اس پورے خطۂ ملک میں کچھ بڑے شہر بھی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور ان میں اونٹ بکریاں پال کر اپنی زندگی گذارنے والے انسان بستے ہیں۔ اس کے چھوٹے دیہات کا تو دیکھنا کیا جو برائے نام چند شہر کہلاتے ہیں ان میں بھی کسی قسم کے علم و تعلیم کا کوئی چرچا نہیں۔ نہ وہاں کوئی اسکول اور کالج ہے نہ وہاں کوئی بڑی یونیورسٹی یا دارالعلوم وہاں کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے محض قدرتی اور پیدائشی طور پر فصاحت و بلاغت کا ایک فن ضرور دے دیا ہے۔ جس میں وہ ساری دنیا سے فائق اور ممتاز ہیں وہ نثر اور نظم میں ایسے نادر الکلام ہیں کہ جب بولتے ہیں تو رعد کی سی طرح کڑکتے اور بادل کی طرح برستے ہیں۔ ان کی ادنے ادنے لڑکیاں ایسے فصیح و بلیغ شعر کہتی ہیں کہ دنیا کے ادیب حیران رہ جائیں۔

لیکن یہ سب کچھ ان کا فطری فن ہے جو کسی مکتب یا مدرسہ میں حاصل نہیں کیا جاتا ــــ غرض نہ وہاں تعلیم تعلم کا کوئی سامان ہے نہ وہاں کے رہنے والوں کو ان چیزوں سے کوئی لگاؤ یا وابستگی ہے ان میں کچھ لوگ شہری زندگی بسر کرنے والے ہیں تو وہ تجارت پیشہ ہیں۔ مختلف اجناس مال کی درآمد برآمد ان کا مشغلہ ہے۔

اس ملک کے قدیم شہر مکہ کے ایک شریف گھرانے میں وہ ذات مقدس پیدا ہوتی ہے۔ جو مہبط وحی ہے جس پر قرآن اترا ہے۔ اب اس ذات مقدس کا حال سنئے:۔

ولادت سے پہلے ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے ابھی سات سال کی بھی عمر نہ تھی کہ والدہ کی بھی وفات ہو گئی، آغوش مادر کا گہوارہ بھی نصیب نہ رہا۔ شریف آباؤ اجداد کی فیاضی اور بے مثل سخاوت نے اپنے گھر میں کوئی اندوختہ نہ چھوڑا تھا، جس سے یتیم کی پرورش اور آئندہ زندگی کا سامان ہو سکے۔ نہایت عسرت کی زندگی

پھر ماں باپ کا سایہ سر پہ نہیں ان حالات میں آپ نے پرورش پائی اور عمر کا ابتدائی حصہ گذارا جو تعلیم وتعلم کا اصل وقت ہے۔ اس وقت مکہ میں اگر کوئی دارالعلوم یا اسکول کالج ہوتا بھی تو بھی آپ کے لیے اس سے استفادہ مشکل تھا۔ مگر معلوم ہو چکا کہ وہاں سرے سے یہ علمی مشغلہ اور اس سے دلچسپی ہی کسی کو نہ تھی۔ اس لیے یہ پوری قوم عرب امیین کہلاتے تھے۔ قرآنِ کریم نے بھی ان کے لیے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ آپ قسم کی تعلیم وتعلم سے بے خبر رہے۔ وہاں کوئی بڑا عالم بھی ایسا نہ تھا جس کی صحبت میں رہ کر یہ علوم حاصل کئے جا سکیں۔ جن کا قرآنِ پاک حامل ہیں۔ پھر قدرت کو تو ایک فوق العادۃ معجزہ دکھانا تھا۔ آپ کے لیے خصوصی طور پہ ایسے سامان ہوئے۔ معمولی نوشت وخواند جو ہر جگہ کے لوگ کسی نہ کسی طرح سیکھ ہی لیتے ہیں۔ آپ نے وہ بھی نہ سیکھی، بالکل امی محض رہے کہ اپنا نام تک بھی نہ لکھ سکتے تھے عرب کا مخصوص فن شعر وسخن تھا۔ جس کے لیے خاص خاص اجتماعات کئے جاتے اور مشاعرے منعقد ہوتے اور اس میں ہر شخص مسابقت کی کوشش کرتا تھا۔ آپ کو حق تعالےٰ نے ایسی فطرت عطا فرمائی تھی کہ ان چیزوں سے بھی دلچسپی نہ لی، نہ کبھی کوئی شعر یا قصیدہ لکھا نہ کسی ایسی مجلس میں شریک ہوئے

یہ امی محض چالیس سال تک مکہ میں اپنی برادری کے سامنے رہتے ہیں۔ کسی دوسرے ملک کا سفر بھی نہیں کرتے۔ جس سے یہ خیال پیدا ہو سکے وہاں جا کر علوم حاصل کیئے ہوں گے صرف ملک شام کے دو تجارتی سفر ہوئے وہ بھی گِنے چُنے چند دن کے لیے جس میں اس کا کوئی امکان نہیں۔

اس امی محض ذات مقدس کی زندگی کے چالیس سال مکہ میں اپنی برادری میں اس طرح گزرے کہ نہ کبھی کسی کتاب یا قلم کو ہاتھ لگایا نہ کسی مکتب میں گئے اور نہ کسی مجلس میں کوئی نظم وقصیدہ ہی پڑھا۔ ٹھیک چالیس سال کے بعد ان کی زبان مبارک پر وہ کلام آنے لگا۔ جس کا نام قرآن ہے جو اپنی لفظی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اور معنوی علوم وفنون کے لحاظ محیر العقول کلام ہے اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو بھی اس کے معجزہ ہونے میں کسی انصاف پسند کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، مگر یہاں یہی نہیں بلکہ اس نے ساری دُنیا کو تحدی (چیلنج) دیا کہ کسی کو اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں شبہ ہو تو اس کا مثل بنا لائے۔

اب ایک طرف قرآن کا یہ تحدی اور چیلنج دوسری طرف ساری دنیا کی مخالفت طاقتیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو شکست دینے کے لیے اپنے مال، جان، آبرو سب گنوانے کے لیے تیار ہیں مگر اتنا کام کرنے کے لیے لیے کوئی جرأت نہیں کرتا کہ قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کی مثال بنا لاتے۔ فرض کر لیجئے کہ یہ کتاب بے مثال و بے نظیر بھی نہ ہوتی جب بھی ایک امی محض کسی زبان سے اس کا ظہور اعجاز قرآن اور وجوہ اعجاز کی تفصیل میں جائے بغیر بھی قرآنِ کریم کے معجزہ، ہونے کے لیے کم نہیں جس کو ہر عالم وجاہل سمجھ سکتا ہے

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ

اب اعجاز قرآن کی دوسری وجہ دیکھئے۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اور اس کے احکام ساری دنیا کے لیے آئے لیکن اس کا بلاواسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر فصاحت و بلاغت ان کا فطری ہنر اور پیدائشی وصف تھا۔ جس میں وہ اقوام دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ قرآن ان کو مخاطب کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم میری ایک سورت کی مثال بنا کر دکھا دو اگر قرآن کا یہ تحدی (چیلنج) صرف اپنے حسن معنوی یعنی حکیمانہ اصول اور علمی معارف و اسرار ہی کی حد تک ہوتا تو قوم امیین کے لیے اس کی نظیر پیش کرنے سے عذر معقول ہوتا۔ لیکن قرآن نے صرف حسن معنوی ہی کے متعلق تحدی نہیں کی بلکہ لفظی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی پوری دنیا کو چیلنج دیا ہے اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے اقوامِ عالم میں سب سے زیادہ عرب ہی تھے۔ اگر فی الواقع یہ کلام قدرت بشر سے باہر کسی مافوق قدرت کا کلام نہیں تھا تو بلغاء عرب کے لیے کیا مشکل تھا کہ ایک امی شخص کے کلام کی مثال بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً پیش کر دیتے اور ایک دو آدمی یہ کام نہ کر سکتے تو قرآن نے ان کو یہ سہولت بھی دی تھی کہ ساری قوم مل کر بنا لائے۔ مگر قرآن کے اس بلند بانگ دعویٰ اور طرح طرح غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیور قوم پوری کی پوری خاموش ہے۔ چند سطریں بھی مقابلے پر نہیں پیش کرتی۔

عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مغلوب کرنے میں جس طرح ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہ کسی پڑھے لکھے آدمی سے مخفی نہیں شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گنے چنے رفقاء کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر چاہا کہ وہ کلمہ اسلام کو چھوڑ دیں مگر جب دیکھا کہ " یہاں وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" تو خوشامد کا پہلو اختیار کیا۔ عرب کا سردار عتبہ ابن ربیعہ قوم کا نمائندہ بن کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرب کی پوری دولت وحکومت اور بہترین حسن وجمال والی لڑکیوں کی پیش کش اس کام کے لیے کی کہ آپ اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں آپ نے اس کے جواب میں قرآن کی چند آیتیں سُنا دینے پر اکتفا کیا۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ و مقابلہ کے لیے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریش عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سردھڑ کی بازی لگائی، جان، مال، اولاد، آبرو سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کے تیار ہوئے یہ سب کچھ کیا مگر یہ کسی سے نہ ہو سکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کر دیتا۔ کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجز اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل کلام ہونے کا اعتراف کیا اور جو ان میں سے منصف مزاج تھے انہوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا پھر ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبدالمناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کے باوجود اعتراف سے محروم رہے۔ قریش عرب کی تاریخ ان واقعات پہ شاہد ہے۔ میں اس میں سے چند واقعات اس جگہ بیان کرتا ہوں، جس سے اندازہ ہو سکے کہ پورے عرب نے اسلام کے بے مثل بے نظیر ہونے کو تسلیم کیا اور اسی کی مثال پیش کرنے کو اپنی رسوائی کے خیال سے چھوڑ دیا۔

جب رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ پاک کا چرچا مکہ سے باہر حجاز کے دوسرے مقامات میں ہونے لگا اور حج کا موسم آیا تو قریش مکہ کو اس کی فکر ہوئی کہ اب اطراف عرب سے حجاج آئیں گے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سُنیں گے تو فریفتہ ہو جائیں گے اور غالب خیال یہ ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کے انسداد کی تدابیر سوچنے کے لیے قریش نے ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس میں عرب کے بڑے بڑے سردار موجود تھے۔ ان میں ولید بن مغیرہ عمر میں سب سے بڑے اور عقل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ سب نے ولید بن مغیرہ کو یہ مشکل پیش کی کہ اب اطراف الملک سے لوگ آئیں گے اور ہم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا کہیں۔ ہمیں آپ کوئی ایسی بات بتائیے کہ ہم سب وہ ہی بات سب سے کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ خود ہمارے بیانات میں اختلاف ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا تم ہی کہو کیا کہنا چاہیئے۔

لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں ہم سب

یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معاذ اللہ مجنون ہیں۔ ان کا کلام مجنونانہ بڑھے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ ایسا ہرگز نہ کہنا کیونکہ یہ لوگ جب ان کے پاس جائیں گے اور ان سے ملاقات و گفتگو کریں گے اور ان کو ایک فصیح و بلیغ عاقل انسان پائیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ شعر تم نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم نے ان کو یہ کہیں کہ وہ ایک شاعر ہیں۔ ولید بن مغیرہ نے اس سے بھی منع کیا اور کہا جب لوگ ان کا کلام سنیں گے وہ تو شعر و شاعری کے ماہر ہیں انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ شعر نہیں اور نہ آپ شاعر ہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا یہ سب لوگ تمہیں جھوٹا سمجھیں گے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا تو پھر ہم ان کو کاہن قرار دیں جو شیاطین و جنات سے سن کر غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں۔ ولید نے کہا یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ یہ کلام کسی کاہن کا نہیں ہے۔ وہ پھر بھی تمہیں ہی جھوٹا سمجھیں گے۔ اس کے بعد قرآن کے بارے میں جو ولید بن مغیرہ کے تاثرات تھے ان کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"خدا کی قسم تم میں کوئی آدمی شعر و شاعری اور اشعار عرب سے میری برابر واقف نہیں۔ خدا کی قسم اس کلام میں خاص حلاوت ہے اور ایک رونق ہے جو میں کسی شاعر یا فصیح و بلیغ کے کلام میں نہیں پاتا۔"

پھر ان کی قوم نے دریافت کیا کہ آپ ہی بتلایئے پھر ہم کیا کریں اور ان کے بارے میں لوگوں سے کیا کہیں۔ ولید نے کہا کہ میں غور کرنے بعد جواب دوں گا۔ پھر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ اگر کچھ کہنا ہے تو تم ان کو "ساحر" کہو کہ اپنے جادو سے باپ بیٹے اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔ قوم اس پر مطمئن اور متفق ہو گئی اور سب سے یہی کہنا شروع کیا۔ مگر خدا کا چراغ کہیں پھونکوں سے بجھنے والا تھا۔ اطراف عرب کے لوگ آئے قرآن سنا اور بہت سے مسلمان ہو گئے اور اطراف عرب میں اسلام پھیل گیا (خصائص کبریٰ) اسی طرح ایک قریشی سردار نضر بن حارث نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے قوم قریش آج تم ایک مصیبت میں گرفتار ہو کہ اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری قوم کے ایک نوجوان تھے اور تم سب ان کے عادات و اخلاق کے گرویدہ اور اپنی قوم میں ان کو سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار جانتے اور کہتے تھے اب جب کہ ان کے سر میں سفید بال آنے لگے اور انہوں نے ایک بے مثل کلام اللہ کی طرف سے پیش کیا تو تم ان کو جادوگر کہنے لگے، خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہم نے جادوگروں کو دیکھا اور برتا ہے ان کے کلام سنے ہیں اور طریقوں کو سمجھا ہے وہ بالکل اس سے مختلف ہیں۔

اور کبھی تم ان کو کاہن کہنے لگے خدا کی قسم وہ کاہن بھی نہیں ہم نے بہت کاہنوں کو دیکھا اور ان کے کلام سنے ہیں، ان کو ان کے کلام سے کوئی مناسبت نہیں۔

اور کبھی تم ان کو شاعر کہنے لگے، خدا کی قسم وہ شاعر بھی نہیں ہم نے خود شعر و شاعری کے تمام فنون کو سیکھا سمجھا ہے اور بڑے بڑے شعراء کے کلام ہمیں یاد ہیں۔ ان کے کلام سے اس کو کوئی مناسبت نہیں پھر کبھی تم ان کو مجنون بتاتے ہو، خدا کی قسم وہ مجنون بھی نہیں۔ ہم نے بہت سے مجنونوں کو دیکھا بھالا ان کی بکواس سنی ان کے مختلف اور مختلط کلام سنے ہیں، یہاں یہ کچھ نہیں۔ اے میری قوم تم انصاف کے ساتھ ان کے معاملہ میں غور کرو۔ یہ سرسری ٹلا دینے کی چیز نہیں۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۱۴ ج ۱)

حضرت ابوذر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی انیس ایک مرتبہ مکہ معظمہ گیا اس نے واپس آ کر مجھے بتایا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ میں نے پوچھا وہاں کے لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں بھائی نے کہا کہ کوئی ان کو شاعر کہتا ہے کوئی کاہن بتاتا ہے، کوئی جادوگر کہتا ہے۔ میرا بھائی انیس خود شاعر اور کہانت وغیرہ سے واقف آدمی تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ جہاں تک میں نے غور کیا کہ لوگوں کی یہ سب باتیں غلط ہیں۔ ان کا کلام نہ شعر ہے، نہ کہانت، نہ مجنونانہ کلمات ہیں۔ بلکہ مجھے وہ کلام صادق نظر آتا ہے۔ ابوذر فرماتے ہیں بھائی صاحب سے یہ کلمات سن کر میں نے مکہ کا سفر کیا اور مسجد حرام میں آ کر پڑ گیا۔ تیس روز میں نے اس طرح گذارے کہ سوائے زمزم کے پانی کے میرے پیٹ میں کچھ نہیں گیا۔ اس تمام عرصہ میں نہ مجھے بھوک کی تکلیف معلوم ہوئی، نہ کوئی ضعف محسوس کیا (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱) واپس گئے تو لوگوں سے کہا کہ میں نے روم و فارس کے فصحا و بلغاء کے کلام بہت سنے ہیں اور کاہنوں کے کلمات اور حمیر کے مقالات بہت سنے ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کی مثال میں نے آج تک کہیں نہیں سنی۔ تم سب میری بات مانو اور آپ کا اتباع کرو۔ چنانچہ فتح مکہ کے سال میں ان کی پوری قوم کے تقریباً ایک ہزار آدمی مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)۔

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل اور اخنس بن شریق وغیرہ بھی لوگوں سے چھپ کر قرآن سنا کرتے اور اس کے عجیب و غریب بے مثل و بے نظیر اثرات سے متاثر ہوتے تھے۔ مگر جب قوم کے کچھ لوگوں نے ان کو کہا جب تم اس کلام کو ایسا بے نظیر پاتے ہو تو اس کو قبول کیوں نہیں کرتے تو ابوجہل کا جواب یہ تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ بنی عبد مناف میں اور ہمارے قبیلہ میں ہمیشہ سے رقابت اور معاصرانہ مقابلہ چلتا رہتا ہے وہ جس کام میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں۔ اب جبکہ ہم اور وہ برابر حیثیت کے مالک ہیں تو وہ اب یہ کہنے لگے کہ ہم میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ہم اس میں کیسے ان کا مقابلہ کریں میں تو کبھی اس کا اقرار نہ کروں گا۔ (خصائص)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کے اس دعویٰ اور چیلنج پر صرف یہی نہیں کہ پورے عرب نے ہار مان لی اور سکوت کیا بلکہ اس کے بے مثل و بے نظیر ہونے اور اپنی عجز کا کھلے طور پر اعتراف بھی کیا ہے۔

اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ سارا عرب بلکہ ساری دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہو جاتی۔

قرآن اور پیغمبر قرآن کے مقابلہ میں جان و مال اولاد و آبرو سب کچھ قربان کرنے کے لئے تو وہ تیار ہو گئے مگر اس کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کر کے دو سطریں اس کے مقابلہ میں پیش کر دیتا۔

جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے جاہلانہ اعمال افعال کے باوجود منصف مزاج تھے جھوٹ کے پاس نہ جاتے تھے۔ جب انہوں نے قرآن کو سن کر یہ سمجھ لیا کہ درحقیقت اس قرآن کی جو مثل ہم نہیں لا سکتے تو محض دھاندلی اور کٹ حجتی کے طور پر کوئی کلام پیش کرنا اپنے لئے عار سمجھا کیونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہم نے کوئی چیز پیش کر بھی دی تو پورے عرب کے فصحاء و بلغاء اس امتحانی مقابلہ میں ہمیں فیل کر دیں گے اور خواہ مخواہ رسوائی ہو گی۔ اس لئے پوری قوم نے سکوت اختیار کیا اور زیادہ منصف مزاج تھے انہوں نے صاف طور پر اقرار و تسلیم بھی کیا جس کے چند وقائع پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

اسی سلسلے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عرب کے سردار اسعد بن زرارہ نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے سامنے اقرار کیا کہ:-

"ہم نے خواہ مخواہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اپنے رشتے ناطے توڑے اور تعلقات خراب کئے - میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں ہرگز جھوٹے نہیں اور جو کلام وہ لائے ہیں بشر کا کلام نہیں ہو سکتا - (خصائص ص ۱۱۶ ج)"

قبیلہ بنی سلیم کا ایک شخص مسمی قیس بن نسیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے قرآن سنا اور چند سوالات کئے جن کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تو یہ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور پھر اپنی قوم میں واپس گئے تو لوگوں سے کہا:-

"میں نے روم و فارس کے فصحاء و بلغا کے کلام سنے ہیں بہت سے کاہنوں کے کلمات سننے کا تجربہ ہوا ہے - حمیر کے مقالات سنتا رہا ہوں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مثل میں نے آج تک کہیں نہیں سنا - تم سب میری بات مانو اور ان کا اتباع کرو" انہیں کی تحریک و تبلیغ پر ان کی قوم کے ایک ہزار آدمی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہو گئے" (ص ۱۱۶ ج)

یہ اقرار و تسلیم صرف ایسے لوگوں سے ہی منقول نہیں جو آپ کے معاملات سے یکسو اور غیر جانبدار تھے بلکہ وہ لوگ جو ہر وقت ہر طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں لگے ہوئے تھے قرآن کے متعلق ان کا بھی یہی حال تھا مگر اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے تھے -

علامہ سیوطی نے خصائص اکبری میں بحوالہ "بیہقی" نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل اور ابو سفیان اور اخنس بن شریق رات کو اپنے اپنے گھروں سے اس لئے نکلے کہ چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنیں - ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ گوشوں میں چھپ کر قرآن سننے لگے تو اس میں ایسے محو ہوئے کہ ساری رات گزر گئی - جب صبح ہو گئی تو سب واپس ہوئے - اتفاقاً راستہ میں تینوں مل گئے اور ہر ایک نے دوسرے کا قصہ سنا تو سب آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے یہ بُری حرکت کی، اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے کیونکہ عرب کے عوام کو اگر اس کی خبر ہو گئی تو وہ سب مسلمان ہو جائیں گے -

یہ سن کر سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے - اگلی رات آئی تو پھر ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہی ٹھیس اٹھی کہ قرآن سنیں اور پھر اسی طرح چھپ چھپ کر ہر ایک نے قرآن سنا - یہاں تک کہ رات گذر گئی اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ واپس ہوئے تو پھر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور اس کے ترک پر سب نے اتفاق کیا - مگر تیسری رات آئی تو پھر قرآن کی لذت و حلاوت نے انہیں چلنے اور سننے پر مجبور کر دیا - پھر پہنچے اور رات بھر قرآن سن کر لوٹنے لگے تو پھر راستے میں اجتماع ہو گیا تو اب سب نے کہا کہ آؤ آپس میں معاہدہ کریں کہ آئندہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے چنانچہ اس معاہدہ کی تکمیل کر لی گئی اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے - صبح کو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پہلے ابو سفیان کے پاس پہنچا کہ بتلاؤ اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے - اس نے دبے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا تو اخنس نے کہا بخدا میری بھی یہی رائے ہے اس کے بعد وہ ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کو کیا پایا - ؟

ابوجہل نے کہا صاف بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان اور بنو عبد مناف کے خاندان میں ہمیشہ سے چشمک چلتی آتی ہے - قوم کی سیادت و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں - انہوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے ان سے بڑھکر یہ کام کر دکھایا یا انہوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لیں تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہ رہے یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں -

ان حالات میں ان کے خاندان سے یہ آواز اٹھی کہ ہمارے اندر ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ ہم کیسے کریں، اس لئے ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے ان کا مقابلہ کریں گے اور ہرگز ان پر ایمان نہ لائیں گے (خصائص ص ۱۱۵ ج)

یہ ہے قرآن کا وہ کھلا ہوا معجزہ جس کا دشمن کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے - یہ تمام واقعات علامہ جلال الدین سیوطی نے "خصائص" کبریٰ میں نقل کئے ہیں -

تیسری وجہ

تیسری وجہ اعجاز قرآنی کی یہ ہے کہ اس میں غیب کی اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بہت سی خبریں ہیں جو قرآن نے دیں - اور ہو بہو اسی طرح واقعات پیش آئے - جس طرح قرآن نے خبر دی تھی - مثلاً قرآن نے خبر دی کہ روم و فارس کے مقابلہ میں ابتداءً فارس غالب آ گئے اور رومی مغلوب ہو گئے - لیکن ساتھ ہی یہ خبر دی کہ دس سال گزرنے بھی نہ پائیں گے کہ پھر رومی فارس پر غالب آ جائیں گے - مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت صدیق اکبرؓ سے ہار جیت کی شرط کر لی - اور پھر ٹھیک قرآن کی خبر کے مطابق رومی غالب آ گئے - تو سب کو اپنی ہار ماننا پڑی - اور ہارنے والے پر جو مال دینے کی شرط تھی وہ مال ان کو دینا پڑا - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو قبول نہیں فرمایا کیونکہ وہ ایک قسم کا جوا تھا - اسی طرح اور بہت سے واقعات اور خبریں ہیں جو امور غیبیہ کے متعلق قرآن میں دی گئی ہیں اور ان کی سچائی بالکل روز روشن کی طرح واضح ہو گئی -

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ اعجاز قرآنی کی یہ ہے کہ اس میں پچھلی امتوں اور ان کی شرائع اور تاریخی حالات کا ایسا صاف تذکرہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علمائے یہود و نصاریٰ جو پہلی کتابوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے ان کو بھی اتنی معلومات نہ تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ تو کسی مکتب میں قدم رکھا، نہ کسی عالم کی صحبت اٹھائی، نہ کسی کتاب کو ہاتھ لگایا - پھر یہ ابتدائے دنیا سے آپ کے زمانہ تک تمام اقوام عالم کے تاریخی حالات اور نہایت صحیح اور سچے سوانح اور ان کی شریعتوں کی تفصیلات کا بیان ظاہر ہے کہ بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو یہ خبریں دی ہوں -

پانچویں وجہ

یہ ہے کہ اس کی متعدد آیات میں لوگوں کے دل کی چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی گئی اور پھر ان کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ وہ بات صحیح اور سچی تھی - یہ کام بھی عالم الغیب والشہادۃ ہی کر سکتا ہے کسی بشر سے عادتاً ممکن نہیں - مثلاً ارشادِ قرآنی :- إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا - جب تمہاری دو جماعتوں نے دل میں ارادہ کیا کہ پسپا ہو جاویں اور یہ ارشاد کہ :- يَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ - وہ لوگ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا - یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کو انہوں نے کسی سے ظاہر نہیں کیا - قرآن نے ان کا انکشاف کیا -

چھٹی وجہ

وہ آیات ہیں جن میں قرآن نے کسی قوم یا فرد کے متعلق یہ پیش گوئی کی

کہ وہ فلاں کام نہ کر سکیں گے اور پھر وہ لوگ باوجود ظاہری قدرت کے اس کام کو نہ کر سکے جیسے یہود کے متعلق قرآن نے اعلان کیا کہ اگر وہ فی الواقع اپنے آپ کو اللہ کا دوست اور ولی سمجھتے ہیں تو انہیں اللہ کے پاس جانے سے محبت ہونا چاہیئے - وہ ذرا موت کی تمنا کر کے دکھائیں اور پھر ارشاد فرمایا:- وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا "وہ ہرگز موت کی تمنا نہ کر سکیں گے" موت کی تمنا کرنا کسی کے لئے مشکل نہ تھا - خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو قرآن سے جھٹلاتے تھے - قرآن کے ارشاد کی وجہ سے ان کو تمنائے موت میں خوف و ہراس کی کوئی وجہ نہ تھی - یہود کے لئے تو مسلمانوں کو شکست دینے کا یہ موقع بڑا غنیمت تھا کہ فوراً تمنائے موت کا ہر مجلس و محفل میں اعلان کرتے -

مگر یہود ہوں یا مشرکین زبان سے کتنا ہی قرآن کو جھٹلائیں ان کے دل جانتے تھے کہ قرآن سچا ہے - اس کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی - اگر موت کی تمنا ہم اس وقت کریں گے تو فوراً مر جائیں گے اس لئے قرآن کے اس کھلے ہوئے چیلنج کے باوجود کسی یہودی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایک مرتبہ زبان سے تمنائے موت کا اظہار کر دے -

ساتویں وجہ

وہ خاص کیفیت ہے جو قرآن کے سننے سے ہر عام و خاص اور مومن و کافر پر طاری ہوتی ہے - جیسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے پیش آیا کہ اتفاقاً انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا - جب آپ آخری آیات پر پہنچے تو جبیر کہتے ہیں کہ میرا دل گویا اڑنے لگا اور یہ سب سے پہلا دن تھا کہ میرے دل میں اسلام نے اثر کیا - وہ آیات یہ ہیں:-

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ ھُمُ الْخٰلِقُوْنَ - اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ - اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ ھُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ

ترجمہ:- کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں بنانے والے یا انہوں نے بنائے ہیں آسمان اور زمین؟ کوئی نہیں پر یقین نہیں کرتے - کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں -

آٹھویں وجہ

یہ ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے اور سننے سے کوئی اکتاتا نہیں بلکہ جتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے اس کا شوق اور بڑھتا ہے - دنیا کی بہتر سے بہتر اور مرغوب سے مرغوب کتاب لے لیجئے اس کو دو چار مرتبہ پڑھا جائے تو انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے پھر وہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا ہے نہ ہی سننے کو - یہ صرف قرآن کا خاصہ ہے کہ جتنا کوئی اس کو زیادہ پڑھتا ہے اتنا ہی اس کا شوق اور رغبت بڑھتا جاتا ہے - یہ بھی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا اثر ہے -

نویں وجہ

یہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے وہ قیامت تک بغیر کسی تغیر و ترمیم کے باقی رہے گا - اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو اس طرح پورا فرمایا کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے آج چودہ سو برس ہونے کو آئے ہیں ہر قرن ہر زمانہ میں لاکھوں انسان ایسے رہے ہیں اور رہیں گے جن کے سینوں میں پورا قرآن اس طرح محفوظ رہا کہ ایک زیر و زبر کی غلطی کا امکان نہیں - ہر زمانہ میں مرد و عورت بچے بوڑھے اس کے حافظ ملتے ہیں - بڑے سے بڑا عالم اگر کہیں ایک زیر و زبر کی غلطی کر جائے تو ذرا ذرا سے بچے وہیں غلطی پکڑ لیں گے - دنیا کا کوئی مذہب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق اس کی مثال تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتا - بہت سے مذاہب کی کتابوں میں تو آج یہ پتہ چلانا بھی مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصل کس زبان میں آئی تھی اور اس کے کتنے اجزاء تھے -

کتاب کی صورت میں بھی ہر قرن ہر زمانہ میں جتنی اشاعت قرآن کی ہوئی شاید دنیا کی کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد دنیا میں نسبت منکرین اور کافرین کے بہت کم رہی اور ذرائع نشر و اشاعت بھی جتنے غیر مسلموں کو حاصل رہے ہیں مسلمانوں کو اس کا کوئی حصہ معتدبہ نصیب نہ تھا مگر ان باتوں کے باوجود کسی قوم کسی مذہب کی کوئی کتاب دنیا میں اتنی شائع نہیں ہوئی جتنا قرآن شائع ہوا -

پھر قرآن کی حفاظت کو اللہ تعالیٰ نے صرف کتابوں اور سفینوں پر موقوف نہیں رکھا جن کے جل جانے اور محو ہو جانے کا امکان ہو بلکہ اپنے بندوں کے سینوں میں بھی محفوظ کر دیا - اگر آج ساری دنیا کے قرآن (معاذ اللہ) نابود کر دیئے جائیں تو اللہ کی یہ کتاب پھر بھی اسی طرح محفوظ ہے - چند حافظ مل کر بیٹھ جائیں تو چند گھنٹوں میں پھر ساری کی ساری لکھی جا سکتی ہے یہ بے نظیر حفاظت بھی صرف قرآن ہی کا خاصہ ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے کا نمایاں ثبوت ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اس پر کسی مخلوق کا تصرف نہیں چل سکتا - اسی طرح اس کا کلام بھی ہمیشہ تمام مخلوقات کی دستبرد اور تصرفات سے بالاتر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا - قرآن کی یہ پیش گوئی چودہ سو برس تک مشاہدہ میں آچکی ہے اور تا قیامت انشاء اللہ آتی رہے گی - اس کھلے معجزہ کے بعد قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا کسی کو شک و شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے -

دسویں وجہ

وہ علم و معارف ہیں جن کا احاطہ نہ آج تک کسی کتاب نے کیا ہے نہ آئندہ امکان ہے کہ اتنے مختصر حجم اور محدود کلمات میں اتنے علوم و فنون جمع کئے جا سکیں جو تمام کائنات کی دائمی ضروریات کو حاوی اور انسان کی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حال سے متعلق پورا مرتب اور بہترین نظام پیش کر سکے - شخصی پھر عائلی زندگی سے لے کر قبائلی اور شہری زندگی تک اور پھر عمرانیات و اجتماعات اور سیاسیات ممالک کے ہر پہلو پر حاوی نظام پیش کر دے - پھر صرف نظری اور علمی طور پر نظام پیش کرنا ہی نہیں عملی طور پر اس کا رواج پانا اور تمام نظامہائے دنیا پر غالب آ کر قوموں کے مزاج، اخلاق، اعمال، معاشرت، تمدن میں وہ انقلاب عظیم پیدا کرنا جس کی نظیر قرآن اولیٰ میں مل سکتی ہے نہ قرآن مابعد میں - یہ حیرت انگیز انقلاب کیا کسی انسان کی قدرت اور اس کی حکمت عملی کا نتیجہ ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ وہ انسان بھی امی اور اس کی قوم بھی امی ہو -

مخدرات سراپا دہائے قرآنی
چہ دلبر ند کہ دل می برند پنہانی!

یہی وہ محیر العقول تاثیرات ہیں کہ جن کی وجہ سے قرآن کے کلام الٰہی ماننے پر ہر وہ شخص مجبور ہے جس کی عقل و بصیرت کو تعصب و عناد نے بالکل ہی برباد نہ کر دیا ہو -

یہاں تک کہ دورِ مادہ پرستی کے مسیحی مصنفین جنہوں نے کچھ بھی قرآن میں غور و فکر سے کام لیا اس اقرار پر مجبور ہو گئے کہ یہ ایک بے مثل و بے نظیر کتاب ہے -

فرانس کے مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈریس جس کو حکومت فرانس کی وزارت معارف نے قرآن حکیم کو باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا - اس نے اعتراف کیا ہے کہ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

"بیشک قرآن کا طرز بیان خالق جل وعلا کا طرز بیان ہے - بلاشبہ جن حقائق و معارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ ایک کلام الٰہی ہی ہو سکتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں شک و شبہ کرنے والے بھی جب تک اس کی تاثیر عظیم کو دیکھتے ہیں تو تسلیم و اعتراف پر مجبور ہوتے ہیں"

تیس کروڑ مسلمان جو سطح زمین کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیحی مشن میں کام کرنے والے بالاجماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ جس مسلمان نے اسلام اور قرآن کو سمجھ لیا وہ کبھی مرتد ہوا یا قرآن کا منکر ہو گیا ہو"

زکوٰۃ

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

۳۸- زکوٰۃ کی کل رقم ایک شخص کو بھی دینا جائز ہے اور تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف حضرات کو دینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح کل رقم یک وقت بھی خرچ کر سکتا ہے اور حسب ضرورت مختلف اوقات میں بھی خرچ کر سکتا ہے۔

۳۹- مستحب یہ ہے کہ ایک فقیر کو کم از کم اتنی رقم دے جس سے وہ دو وقت کھانا کھا سکے اور اس دن کسی دوسرے کے سامنے اسے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۴۰- ایک شخص کو اتنا مال نہ دے جس سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو سکے تاکہ دوسرے ضرورت مند محروم نہ رہ جائیں۔ لیکن اگر کسی شرعی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے زائد رقم کسی کو دے دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۴۱- کسی با عزت شریف آدمی کو قرض انعام، تحفہ کے نام سے اگر کچھ رقم دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے تاکہ اس کو خفت اور شرمندگی نہ ہو۔ اسی طرح کپڑا، جوتا، گھر کی ضروریات کا سامان خرید کر کسی کے گھر پہنچا دیتے وقت دل میں نیت کر لی گئی ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۴۲- مقروض کو قرض کی رقم معاف کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی البتہ یہ شکل کی جا سکتی ہے کہ قرضہ کے برابر اس کو زکوٰۃ کی نیت سے رقم دے دی جائے پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لیا جائے۔ اگر وہ دینے میں حجت کرے تو قرضہ کی رقم زبردستی بھی وصول کی جا سکتی ہے۔

۴۳- اگر کسی شخص کو وکیل بنا دیا جائے کہ فلاں جگہ میری طرف سے اتنی رقم زکوٰۃ کی مد میں دے دینا اور بعد میں مجھ سے وصول کر لینا۔ تو اس کے دے دینے سے تمہاری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بعد کو وہ تم سے لے لے گا۔

۴۴- البتہ اگر بغیر حکم اور اجازت کے کوئی شخص تمہاری طرف سے زکوٰۃ میں رقم ادا کرے تو تمہاری زکوٰۃ ادا نہ ہو گی اور نہ وہ تم سے اس رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر تم بعد میں منظور بھی کر لو تو بھی یہ زکوٰۃ میں شمار نہ ہو گی اسی لئے کہ ادائیگی کے وقت یا اس سے پہلے زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تھی۔

۴۵- اگر تم نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی کہ میری طرف سے آپ جہاں مناسب خیال فرمائیں، موقع محل دیکھ کر خرچ کر دیں تو وہ شخص اپنے عزیز رشتہ دار، ماں باپ وغیرہ مستحقین کو دے سکتا ہے۔ مگر خود نہیں لے سکتا۔

۴۶- ہاں اگر وہ وکیل مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کو رقم دیتے وقت یہ کہہ دیا جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے آپ جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں تو وہ پھر خود بھی لے سکتا ہے۔

۴۷- رشوت، سود، زنا کاری، غصب کردہ اموال اور دوسرے حرام مال چونکہ ملکیت نہیں ہوتے اور ان کی واپسی شرعاً واجب ہے اس لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ البتہ اگر حرام مال حلال کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو جائے کہ جُدا نہ ہو سکے اور دونوں میں کوئی تمیز نہ ہو سکے تو پھر یہ حرمت مانع زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ کل مال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

۴۸- اگر کوئی شخص سال پورا ہونے سے پہلے مر جائے تو اس کے مال سے زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی۔ بلکہ کل مال وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر وارث پہلے ہی سے صاحب نصاب ہیں تو وہ اپنا اپنا سال ختم ہونے پر اپنے کل مال کی زکوٰۃ نکالیں گے اور اگر کوئی وارث صاحب نصاب نہیں تھا مگر اب ترکہ مل جانے پر صاحب نصاب بن گیا ہے تو اس کا سال مورث (مرنے والے) کی موت سے شمار ہو گا اور جب اس کی ملکیت کا سال ختم ہو گا تب اس پر زکوٰۃ فرض ہو گی۔

۴۹- اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا سال پورا ہو جانے کے بعد مرا ہے اور اس نے گذشتہ سال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے یا کچھ ادا کی ہے اور کچھ باقی ہے مگر زکوٰۃ کے متعلق اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی تو اب اس ترکہ سے زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی۔ البتہ اگر اس کے بالغ ورثاء اپنی خوشی سے اپنے حصہ میں سے اس کی طرف سے گذشتہ سال کی زکوٰۃ ادا کر دیں تو ادا ہو جائے گی اور مرنے والا زکوٰۃ نہ ادا کرنے کے گناہ سے بچ جائے گا۔

۵۰- اور اگر مرنے والے نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے اتنی رقم میرے مرنے کے بعد زکوٰۃ میں ادا کر دی جائے تو تجہیز و تکفین، قرضے، مہر کی ادائیگی کے بعد اگر یہ رقم کل باقی مال کا ⅓ حصہ یا اس سے کم ہو تو ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد پھر ترکہ وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ اور اگر وصیت شدہ رقم ⅓ حصہ سے زیادہ ہے تو فقط ⅓ حصہ زکوٰۃ میں دے دیا جائے اور باقی وارثوں میں تقسیم ہو گا۔ اگر بالغ ورثاء اپنے اپنے حصہ سے دے کر وصیت کی رقم خوشی سے پوری کر دیں تو پوری زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی۔

۵۱- مرنے والے کے ذمہ دوسرے قرضوں کی طرح زکوٰۃ کی رقم کی وصیت کرنا بھی واجب ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہر وقت وصیت نامہ لکھ کر تیار رکھے۔ نہ معلوم کس وقت اللہ میاں کے یہاں سے بلاوا آ جائے۔

۵۲- اگر کسی نادار اور غریب آدمی کو قرضہ کی رقم معاف کر دی جائے تو قرض کے زمانہ کی زکوٰۃ بھی معاف ہو جائے گی خواہ کتنے ہی سال قرض پر گذرے ہوں۔ البتہ اگر صاحب نصاب اور مالدار آدمی کو قرضہ معاف کیا ہے اور زکوٰۃ کا سال ختم ہو چکا تھا تو اس معاف شدہ رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا

پڑے گی ۔

۵۳ - جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ یا صدقۂ فطر کا کوئی نصاب صادق آتا ہے تو ایسے شخص کو نہ زکوٰۃ دینا جائز ہے نہ اس کو لینا جائز ہے ۔

۵۴ - ایسے ہی وہ شخص جس کے پاس سونا، چاندی، نقدی مال تجارت تو نہیں ہے مگر اتنا اسباب و سامان ضرورت سے زائد موجود ہے جس کی قیمت ۵۲½ تولہ چاندی کے برابر ہو سکتی ہے اگرچہ اس پر زکوٰۃ خود واجب نہیں ہے مگر اس کو زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں ہے ۔

۵۵ - اگر کسی شخص کے پاس مال و اسباب موجود ہے مگر اس پر قرضہ اس رقم سے زائد ہے تو ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ۔

۵۶ - اگر کوئی مسافر یا حاجی درمیان سفر میں لٹ جائے یا کسی وجہ سے اس کا پیسہ ختم ہو جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (اگرچہ اس کی ملکیت میں اس کے گھر پر لاکھوں روپیہ موجود ہو) ۔

۵۷ - زکوٰۃ کی رقم کسی غیر مسلم کو دینا جائز نہیں ہے ۔ (باقی آئندہ)

اعلان

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ مورخہ ۲۹ ر دسمبر بروز جمعہ پونے چھ بجے شام ریڈیو پاکستان لاہور "جمہور دی آواز" میں "ہدایت دی راہ" پر تقریر فرمائیں گے ۔ (حاجی بشیر احمد)

ایبٹ آباد میں نماز جمعۃ الوداع اور نماز عید

جامع مسجد پولیس لائن ایبٹ آباد میں جمعۃ الوداع کی نماز ڈیڑھ بجے پڑھی جائے گی ۔ تقریر پونے ایک بجے شروع ہو جائے گی ۔ اور نماز عید ٹھیک دس بجے پڑھی جائے گی ۔ امامت کے فرائض الحاج قاری محمد طاہر صاحب ادا کرائیں گے ۔

فضائل قرآن پر تقریر

۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء بمطابق ۲۶ رمضان المبارک بروز جمعۃ الوداع بعد از نماز عشاء محلہ کرشنا نگر جامعہ مسجد گلی نمبر ۱۸ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بھٹی مبلغ تنظیم اہلسنت (ملتان) عنوان بالا پر تقریر فرمائیں گے ۔

(حافظ فصیح الرحمان)

تبصرہ

نام کتاب : بانیٔ دارالعلوم دیوبند

مرتب : ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز صاحب خطیب جامع گکھڑ و شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ضخامت : ۹۶ صفحات

قیمت : ایک روپیہ پچیس پیسے

ملنے کا پتہ : ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ ۔

زیر تبصرہ کتاب میں بانیٔ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات، ان کی علمی خدمات اور ان کے عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی عظمت پر مصنف کتاب حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب مدظلہ کا اسم گرامی شاہد عدل ہے ۔

کتاب میں قیام دارالعلوم دیوبند کے اسباب، جہاد ۱۸۵۷ء میں مسلمان مجاہدوں کے کارناموں اور دیگر تاریخی و علمی واقعات پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے ہمارے خیال میں اس کتاب کا مطالعہ ہر پڑھے لکھے فرد کے لئے ضروری ہے ۔

جامعہ قاسمیہ قصور کی تعلیمی سرگرمیاں ۔

شہر قصور کی مشہور دینی درس گاہ دارالعلوم جامعہ قاسمیہ کوٹ مراد خاں جو زیر نگرانی خطیب شہر مولانا سید محمد طیب شاہ صاحب ہمدانی ایک عرصہ سے مسلمانان قصور و گرد و نواح کی دینی، تعلیمی، تبلیغی اور تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے ۔ دو مستند اساتذہ کی زیر تربیت دو سو سے زائد طلباء و طالبات جامع کے مختلف شعبہ جات مثلاً شعبہ تجوید و قرأت، حفظ و ناظرہ اور ابتدائی دینیات میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ جامع کے تبلیغی شعبہ کے زیر اہتمام وقتاً فوقتاً اصلاحی اجلاس منعقد ہوتے رہتے ہیں ۔ جس میں ملک کے ممتاز اور بلند پایہ علماء کرام تشریف لاتے ہیں ۔ ادارہ کے بانی جناب قاری حبیب اللہ صاحب فاضل قرأت عشرہ انتہائی مخلص، نیک دل اور محنتی اُستاذ ہیں ۔ طلباء کی خاصی تعداد شعبہ حفظ و ناظرہ میں فراغت حاصل کر چکی ہے ۔ بیرونی طلباء کی جملہ ضروریات کا جامع کفیل ہے ۔ داخلہ کے خواہشمند لکھیں ۔

قاری محمد شریف قصوری

جامعہ قاسمیہ لائل پور کا داخلہ

علوم عربیہ کے طلباء جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائلپور میں ۲۶ شوال تک داخلہ حاصل کر سکتے ہو ۔ ابتدائی فارسی سے لے کر تمام فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ۔ شعبہ حفظ و قرات کا بھی نہایت معیاری انتظام کیا گیا ہے ۔ خواہشمند طلباء بذریعہ خط و کتابت داخلہ حاصل کر لیں ۔ قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا انتظام مدرسہ کی طرف سے کیا جاتا ہے ۔

ضیاء القاسمی مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی لائل پور ۔

دارالعلوم دیوبند

مسلمانوں کی دینی عظمت اور ملی ترقیات کا سب سے بڑا ادارہ

: حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اپیل :

آج سے ایک صدی قبل دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل ان علماء ربانیین نے ڈالی تھی جو سراپا خلوص و للہیت تھے اور جن کا دل و دماغ ملت اسلامیہ کے شاندار مستقبل کے لئے بے چین تھا ۔ سچ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کو اشاعت دین اور ترویج علوم دینیہ کے لئے وقف کر رکھا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین نے دارالعلوم اور اس کی خدمت کو قبولیت عطا فرمائی اور اس نے ملک اور بیرون ملک کی دینی، علمی، اخلاقی، اصلاحی جو عظیم خدمتیں انجام دی ہیں وہ کبھی بھلائی نہیں جا سکتی ہیں ۔

یہاں سے ہزاروں علماء و صوفیاء پیدا ہوئے، جن میں مفسرین، محدثین، فقہاء، مصنفین اور مبلغین اسلام کا جم غفیر بھی ہے اور رشد و ہدایات اور تزکیہ باطن کرنے والوں کی ایک لمبی جماعت بلکہ ان میں وہ لوگ بھی بڑی تعداد میں ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی اور یہاں کے باشندوں کی اصلاح کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کیں ۔

ڈیڑھ ہزار سے زیادہ طلباء ہر سال یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں، جن میں غیر ممالک انڈونیشیا، ملیشیا، ملایا، برما، افریقہ اور نیپال وغیرہ کے طلبا بھی شامل ہیں ۔ ان تمام کے قیام، روشنی، پانی، کتاب اور دوسری ضروریات تعلیمی کی کفالت دارالعلوم کرتا ہے اور انہیں سے تقریباً نو دس سو طلباء کے کھانے، کپڑے، صابن وغیرہ کی کفالت بھی دارالعلوم ہی کے ذمہ ہے ۔ اس وقت دارالعلوم کا سالانہ بجٹ دس لاکھ روپیہ سے اوپر ہے ۔ جو صرف عام مسلمانوں کے چندہ سے پورا ہوتا ہے ۔

ادھر چند سال سے جو ہوشربا گرانی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں ہے ہر چیز کی قیمت کئی گنا بڑھ گئی ہے ان حالات میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دارالعلوم کا خرچ کتنا بڑھ گیا ہوگا ۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے دارالعلوم اپنی دینی تعلیمی اور تبلیغی خدمت میں مصروف ہے ۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دارالعلوم دیوبند اسلامیان ہند کا دھڑکتا ہوا دل ہے اور یہاں کی ساری اسلامی تحریکیں دینی جد و جہد اور ملی تگ و دو اس کی مرہون منت ہیں ۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ مسلمانوں کو ہم آگاہ کر دیں کہ دارالعلوم دیوبند اس ماہ مبارک رمضان میں آپ کی توجہ کا خصوصی طور پر محتاج ہے تاکہ موجودہ گرانی کے دور میں کوئی پریشانی پیش نہ آئے ۔

ہمیں پوری توقع ہے کہ مسلمانان ہند گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی دینی علوم کی اشاعت کی اہمیت محسوس کریں گے اور سال رواں کے اخراجات کے لئے ہمت و مستعدی اور بھرپور لگن کے ساتھ دارالعلوم کے لئے مالیہ فراہم کرنے کی سعی فرمائیں گے ۔

آپ یقین فرمائیں کہ اس وقت دارالعلوم کی خدمت سب سے بڑا کار خیر ہے ۔ اس سے آپ اپنے لئے سرمایہ

آخرت بھی فراہم کریں گے - اور موجودہ مصائب کے طوفان پر بھی آہنی بند بھی باندھنے کی کامیابی حاصل کریں گے۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر - ڈرافٹ، منی آرڈر، بیمہ، پوسٹل آرڈر اور دوسرے متفقین ذریعہ سے آپ کی رقم دارالعلوم کو باسانی پہنچ سکتی ہے - (مولانا معراج الحق نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

درس قرآن مجید

مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین لاہور جامعہ اسلامیہ جامع مسجد بن والی حاجی پورہ شہر سیالکوٹ میں ۱۴ رمضان المبارک بروز اتوار بعد نماز فجر درس قرآن مجید دیں گے۔ الداعی (مولانا) سید مہدی حسن شاہ

کرم فرماؤں کو عید مبارک

ماہ رمضان المبارک

ہم بڑی خوشی سے امسال بھی اپنے ہاں کے طبع کردہ تمام
قرآن شریف ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے خاص رعایت دینے کا اعلان کرتے ہیں
یہ رعایت ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۷ء تک جاری رہے گی
آج ہی ایک کارڈ بھیج کر کتاب خیر و برکت مفت منگوائیے
اس کتاب میں ماہ رمضان کے معنی اور تشریح بڑی تفصیل کیساتھ شائع
کی گئی ہے اور اس کتاب میں تاج کمپنی کی تمام مطبوعات
مع رعایت رمضان المبارک درج کر دی ہیں۔

تاج کمپنی لمیٹڈ - پوسٹ بکس ۵۳۰ - کراچی

کرم فرماؤں کو عید مبارک

سہراب

پاکستان کا سب سے زیادہ
فروخت ہونیوالا
بائیسکل

موجودہ استعمال میں
جتنے بھی پاکستانی بائیسکل
ہیں، اُن میں سے ستر
(۷۰) فی صد تعداد
سہراب کی ہے۔

اعلےٰ ترین بین الاقوامی
معیار پر پورا اترنے والا
سہراب بائیسکل
ہماری جدید ترین فیکٹری
میں ملک بھر کے سب سے
زیادہ تجربہ کار سائیکل
سازوں کی نگرانی میں
تیار ہوتا ہے۔

۱۵۴

دمہ، کالی کھانسی، نزلہ، تبخیر معدہ، بواسیر،
خارش، ذیابیطس، مردانہ کمزوری

کا شرطیہ علاج کرائیں

لقمان حکیم حافظ محمد طیّب ۱۹ - نکلسن روڈ لاہور

بیرون قلعہ گوجر سنگھ

ٹیلیفون نمبر ۶۵۵۶۷

مطبوعات مبارک کمپنی وسن پورہ لاہور

قرآن مجید معرا مثیل عکسی عام جلد مراکو -/۵
قرآن مجید " مجلد سالم کپڑا -/۷
قرآن مجید الگ الگ پارہ (فی سیٹ) -/۸/۷
دل آویز حمائل پاکٹ سائز (زیر طبع)
دلائل الخیرات باترجمہ پاکٹ سائز معہ ڈبیہ ۲/۸
مجموعۃ الاوراد مترجم گیارہ سورتیں (سفید حروف) ۱/۴
اوراد فتحیہ از شیخ علی ہمدانی اول -/۱۲/- دوم -/۸/-
لاکٹ حرز جان معہ ڈبیہ ۱/۸ بغیر ڈبیہ -/۸/-
مفاتیح الرزق (خط نستعلیق) خوش خطی -/۸/۱
قطعات العربیہ (خط نسخ میں) -/۸/-
پسمہ اور اسلام -/۱۲/- عملیات محبت -/۸/-

اسلامی اربعینی عید کارڈ چار رنگہ فی صد ۶/۴/-
اسلامی اربعینی عید چٹھیاں مختلف اقسام ۵/، ۴/، ۳/، ۲/
اسلامی قطعات طغراجات فی درجن -/۴/۲
مسائل نماز ۸/، نماز باترتیب ۴/، نماز باترجمہ ۲/
گنج العرش مترجم پاکٹ ۴/، سوا لیس مترجم پاکٹ ۴/
درود مستغاث ۴/، درود اکبر کلاں ۴/، درود لکھی وغیرہ ۴/
المناجات والادعیہ ۱۰/، مقبول دعائیں ۲/
درود کبریت احمر ۳/، دعائے مغنی ۳/
قصیدہ بردہ منظوم ۶/، قصیدہ غوثیہ ۶/
قاعدہ مبارک باتصویر ۸/
لاکٹ قرآن مجید معہ ڈبیہ -/۸/۲ بغیر ڈبیہ ۱/۸/-
غزوات مقدس مجلد ۲/۸/ لطائف علیہ ۱/۸/-
نعوت محمد توصیف محمد ۱۲/ درود قرآنی نوفل ۲/ انتخابی خدنگ ۴/
فہرست کتب مفت (ایجنٹوں کی ضرورت ہے)

کرم فرماؤں کو عید مبارک

میکو آلۂ مکبّر الصوت

(رجسٹرڈ)

لاؤڈ سپیکرز

ہماری گارنٹی کے ماتحت اکثر مساجد اور دینی درسگاہوں
میں نہایت ہی تسلی بخش خدمات انجام دے رہے ہیں۔
فروخت کے بعد سروس ہماری ذمہ داری ہے۔

پیش کش: محمّد ابراھیم کمپنی (۱۹۵۳) لمیٹڈ

لاہور	راولپنڈی	چٹاگانگ	ڈھاکہ	کراچی
۴۵ دی مال روڈ	دی مال روڈ	صدر گھاٹ روڈ	موتی جھیل روڈ	انوی ریری ٹی روڈ
فون ۶۲۲۷۱/۷۲	فون ۶۴۶۸۲	فون ۵۵۲۳	فون ۸۲۶۸۹	فون ۵۵۰۳۱/۳۲

کرم فرماؤں کو عید مبارک

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے لاہور کی اہم ترین تاریخی عمارت

بادشاھی قلعہ

میں ٹیوب ویل لگانے کے لئے

کسان ٹیوب ویل انجنیئرز (رجسٹرڈ)

۵۶ - برانڈرتھ روڈ لاہور

پر ہی اعتماد کیا گیا ہے

اوّل انعام یافتہ

فون نمبر: ۶۳۸۲۲ گرام: "کسان پمپ"

کرم فرماؤں کو عید مبارک

بقیہ: بچوں کا صفحہ

اس کے بعد ان کم بختوں نے آس پاس کے قبیلہ والوں کو فوراً ہی اکٹھا کر لیا اور سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اُن ستر صحابہ پر اچانک ٹوٹ پڑے اور بیگناہوں کو ایک دم شہید کر دیا۔ صرف ایک آدمی کسی طرح بچ گیا۔

مگر دیکھو! اس بے بسی کی موت پر کتنی رحمتیں نازل ہوئیں۔

دیکھو! مرنے کے بعد خدا نے ان لوگوں کا پیغام تمام مسلمانوں کو پہنچایا کہ:۔ ”خوشخبری ہو ہمیں اپنے پروردگار کا دیدار نصیب ہو گیا وہ ہم سے خوش ہو گیا ہم اس سے“۔

یاد رکھو! طالب علم وہی ہے جو رضا کار بھی ہو۔

مولوی وہی ہے جو مبلّغ بھی ہو اور مجاہد بھی۔ صرف کونہ میں بیٹھ جانا کوئی پرہیزگاری نہیں۔

پرہیزگاری یہ ہے کہ وقت پر ضرورت کے موافق اسلام کی خدمت انجام دو۔

جس دل میں شہادت کی تڑپ نہیں وہ مسلمان نہیں۔

●

بچوں کا صفحہ

(حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ)

سوال: خدا تعالےٰ کی کتابوں سے کون سی کتابیں مراد ہیں؟

جواب: وہ کتابیں جو خدا کی طرف سے نبیوں کو دی گئیں۔ جن میں خدا کے احکام ہیں۔ مثلاً:-

زبور، توراۃ، انجیل، قرآن شریف۔

سوال:- کیا یہ ہی چار کتابیں خدا کی طرف سے اُتری ہیں یا اور بھی؟

جواب: بڑی کتابیں خدا کی طرف سے یہی اتریں۔ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابیں خدا کی طرف سے اور بھی اتریں۔ مگر ان کا نام و نشان بھی اب نہیں رہا۔

سوال: جو کتابیں اللہ کی طرف سے آئیں وہ اسی طرح ہیں یا ان میں لوگوں نے تبدیلیاں کر دیں؟

جواب: قرآن پاک کے سوا اور سب میں تبدیلیاں کر دیں۔ اصل کتابوں کا پتہ بھی نہ رہا۔ ہر کتاب کا ترجمہ در ترجمہ رہ گیا۔ اس میں بھی کچھ کا کچھ ہوتا رہتا ہے۔

سوال: قرآن شریف کو اور کتابوں پر کیا فضیلت ہے؟

جواب: مثلاً (۱) اس کی عبارت اور جملے ایک معجزہ ہیں۔ یعنی اس درجہ کی پیاری، عمدہ اور پُرمغز چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی کوئی نہیں بنا سکا نہ بنا سکتا ہے، نہ بنا سکے گا۔

۲- یہ کامل اور مکمل کتاب ہے۔ یعنی اس کے حکم ہر قوم اور ہر زمانہ کے مناسب بہت ہی خوبی کے ساتھ ہر زمانہ میں ہر قوم کی ضرورت کو پورا کرنے والے پہلے مذہبوں اور پہلی کتابوں کے نقصان اور کمی سے پاک۔ اچھی باتوں کی تعلیم میں سب سے اعلیٰ۔ اُس کی نظیر نہ ہوئی نہ ہو گی۔

۳- وہ محفوظ ہے۔ یعنی جب سے نازل ہوا۔ آج تک اسی طرح ہے۔ ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا۔ ہزاروں لاکھوں حافظوں کے سینے ہر زمانہ میں اس کی حفاظت کرتے رہے اور کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

سوال: کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی اور نبی بھی آئے گا؟

جواب: ہرگز نہیں۔

سوال: کیوں

جواب: اس لئے کہ مکمل دین اور مکمل کتاب کے محفوظ ہوتے ہوتے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے نبوت کا خاتمہ کر دیا۔ اسی لئے آپ کا نام خاتم النبیین رکھا۔

سوال: تبلیغ اور اصلاح کے لئے تو کسی نبی کو آنا چاہیئے؟

جواب: اس کے لئے علمائے ربانی کافی ہیں یعنی اللہ والے باعمل مولوی۔ اور جب معاذ اللہ بڑے دجّال کا فتنہ ہو گا جب کہ اصلاح اور دین کی حفاظت علماء کے بس میں نہ رہے گی۔ تو کوئی نیا نبی اس وقت بھی پیدا نہ ہو گا بلکہ وہی۔ عیسیٰ علیہ السلام جو خدا کی قدرت سے بے باپ کے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور جو آسمان پر اٹھا لے گئے اور ابھی تک زندہ ہیں، وہی دنیا میں آسمان سے اتارے جائیں گے۔ دجّال کو قتل کریں گے۔ خدا کے دین کو غلبہ ہو گا۔ یہودی اور عیسائی تباہ ہو جائیں گے۔

سوال: اس زمانہ میں اگر کوئی کہے کہ میں نبی ہوں تو اس کے متعلق [illegible] ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص کافر ہے، دجّال ہے۔

★

طالب علم اور رضاکار

ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسجد کے پاس ایک چبوترہ پر چھپّر ڈلوا دیا تھا۔ اس کا نام صفہ تھا وہ گویا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مدرسہ بھی تھا اور چھاؤنی بھی۔ اس میں طالب علم رہتے تھے۔ مگر یہی طالب علم رضاکار بھی تھے۔ ان کو نہ وظیفہ ملتا تھا نہ کہیں ان کا کھانا مقرر تھا۔ جب ضرورت ہوتی مزدوری کر لیتے یا جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتے، اور بازار میں بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لیتے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر رہتے۔ قرآن شریف، وعظ و نصیحت اور اسلامی احکام سن کر یاد کرتے رہتے۔ ان کو اسی واسطے قاری بھی کہتے تھے۔

یہ لوگ تبلیغ بھی کرتے تھے، اور جب ضرورت ہوتی تو حکم پاتے ہی اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوتے تھے۔ مگر نہ رسد کا کوئی سامان ہوتا تھا نہ وردی اور ہتھیاروں کا۔ وہ پیٹوں پر پتھر باندھ کر مہینوں کا سفر طے کرتے تھے اور فتح پا کر واپس ہوتے تھے۔

صفر ۴ھ میں ایک شخص آیا۔ اس کا نام عامر بن مالک تھا، ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب اس سے اسلام لانے کی فرمائش فرمائی تو کہنے لگا اگر کچھ صحابی نجد چلے جائیں تو وہاں بہت سے آدمی مسلمان ہو جائیں گے، میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ آپ کسی خطرہ کا خیال نہ فرمائیں۔ ضرورت کے بموجب عہد و معاہدہ لے کر قاریوں میں سے ۷۰ صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ کر دیا۔

راستہ میں ایک جگہ قیام ہوا۔ اس مقام کے پاس ہی ایک قبیلہ کے سردار کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب بھی تھا۔ حضرت حرام ابن ملحان کو اس خط کو پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔ ان کمبختوں نے نامہ مبارک تو پڑھا نہیں اچانک حضرت حرام پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت حرام بن ملحان زخمی ہو کر نیچے گرے، موت نے پر پھیلا دئے تھے۔ دم سینہ میں آ گیا تھا مگر یہ شہید وفا اپنے خدا کی رحمت پر مچل رہا تھا۔ شوقِ شہادت میں ایک دم پکار اٹھا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ خدا کی قسم میری تمنّا بر آئی۔